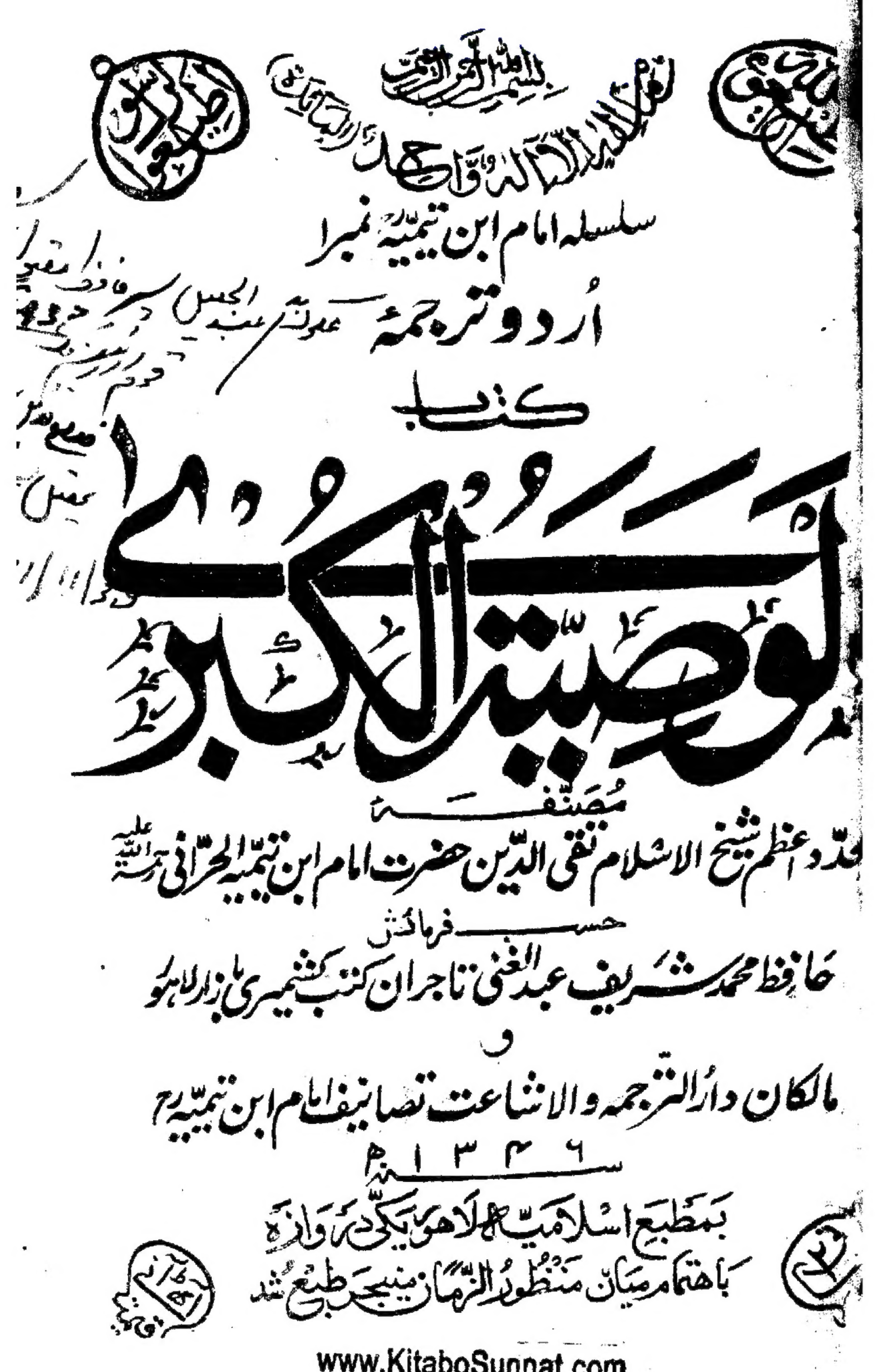

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نعبد اللہ لا الٰہ الا واحد
سلسلہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نمبر ۱
اُردو ترجمہ
کتاب
الوصیۃ الکبریٰ
مُصنّفہ
مجدد اعظم شیخ الاسلام تقی الدین حضرت امام ابن تیمیۃ الحرانی رحمۃ اللہ علیہ
حسب فرمائش
حافظ محمد شریف عبد الغنی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور
و
مالکان دار الترجمہ والاشاعت تصانیف امام ابن تیمیہ رح
سنہ ۱۳۴۶ھ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ امام ابن تیمیہؒ نمبر ۱

اردو ترجمہ

کتاب الوصیۃ الکبریٰ

مصنفہ

مجدد اعظم شیخ الاسلام تقی الدین حضرت امام ابن تیمیہ الحرانی رحمۃ اللہ علیہ

حسب فرمائش

حافظ محمد شریف عبد الغنی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

و

مالکان دار الترجمہ والاشاعت تصانیف امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ

سنہ ۱۳۴۶ھ

بمطبع اسلامیہ لاہور بکی دروازہ
باہتمام میاں منظور الزمان منیجر طبع شد

تصانیف مجدد اعظم شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح بزبان اردو

تفسیر سورۂ اخلاص - اس تفسیر میں خالص اسلامی توحید جلوہ گر ہے - عیسائیوں اور آجکل کے مادہ پرست آریوں کی تردید کے پُرزور دلائل جمع کر دئے گئے ہیں - قرآن وسنت کے سینکڑوں نئے نئے نکات اور معارف مترجمہ مولٰنا مولوی غلام ربّانی صاحب سابق نائب مدیر اخبار "زمیندار و انقلاب" کاغذ ولائتی سفید سرورق رنگین - حجم ۲۱۶ صفحات تقطیع وصیۃ الکبرٰے کے برابر قیمت عگر - کتاب کو نئو ابواب اور فصول میں تقسیم کر کے مضمون کو آسان کر دیا گیا ہے ٭

تفسیر سورۂ فلق والناس - اس تفسیر میں امام موصوف نے پہلے متقدمین کے وہ تمام اقوال نقل کئے ہیں - جو لفظ غاسق - وقب - وسواس - رب - ملک - الٰہ کے متعلق ان کی تفسیروں میں پائے گئے ہیں - اس کے بعد پرزور استدلالات سے راجح ترین قول کی تحقیق کی ہے - علاوہ اور مباحث کے جو تفسیر کے سلسلہ میں ضمناً آ گئے ہیں - آیۂ من الجنۃ والناس کی تفسیر کرتے ہوئے شیاطین الانس اور شیاطین الجن کے مکر و وسواس پر نہایت جامع اور معقول بحث کی ہے - پوری خوبی کا اندازہ دیکھنے پر موقوف ہے - اردو ترجمہ معہ متن عربی قیمت نو آنے - - - - - - - - - - - - ۹ر

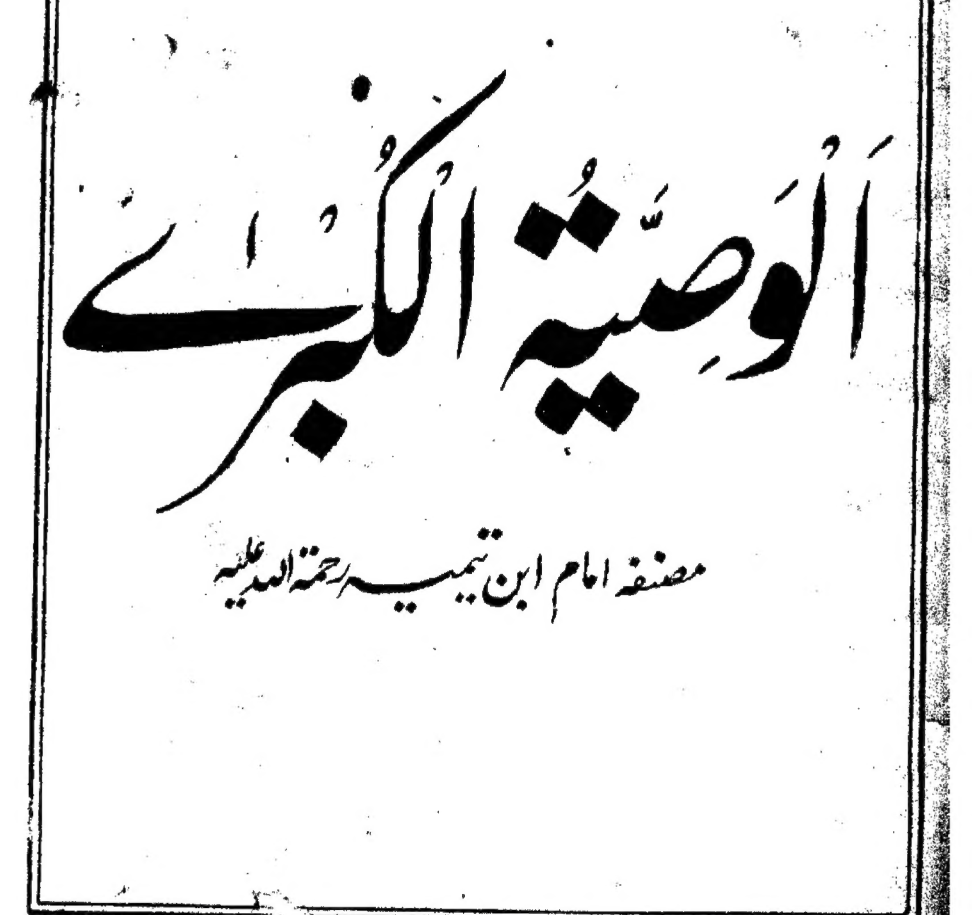
زیارت القبور - اس کتاب میں قرآن و احادیث کے دلائل سے ثابت کیا ہے - کہ زیارت قبور کا مسنون طریق کیا ہے - جو لوگ قبروں پر جاکر مردوں کو پکارتے - ان سے طرح طرح کی حاجات طلب کرتے - قبروں کی پرستش کرتے اور پیر کی منت مانتے ہیں - ان کے یہ تمام افعال داخل شرک ہیں - الغرض اہل توحید اصحاب اگر قبر پرستی کی بیخ کنی میں کوئی مدلل کتاب چاہتے ہیں - تو اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں - اردو ترجمہ معہ متن عربی - قیمت ۹ر

العقیدۃ الواسطیہ - یہ کتاب اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ کی پوری تفسیر ہے - یعنی اللہ تعالٰے - ملائکہ - کتب - رسل تقدیر اور یوم آخرت پر جس طرح ایمان ہونا چاہئے - اس کی پوری پوری تشریح ہے - ضمن میں صفات الٰہیہ - مثلاً نزول - استوٰی علی العرش اور شفاعت رسول صلعم اور فضائل صحابہؓ اور دیگر مضامین پر دلچسپ بحث ہے - اردو ترجمہ معہ متن عربی - قیمت چھ آنے - - - - - - - - - - - ۶ر

درجات الیقین - یہ کتاب تصوف کی جان ہے - معرفت الٰہی کا گنجینہ اور قرآنی تعلیم کا نچوڑ ہے - یعنی علم الیقین - عین الیقین - حق الیقین کی تشریح ہے - معہ متن عربی - قیمت دو آنے - - - ۲ر

الوصیۃ الصغرٰے - یعنی الوصیۃ الکبرٰے کا دوسرا حصہ - آیۂ اِتَّقُوا اللّٰہَ کی جامع تفسیر ہے - اس کا لب لباب تقوٰی - توبہ و استغفار - مکارم اخلاق - مداومت ذکر - تفقہ فی الدین - اور دعا وغیرہ کی تعلیم

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے پہلے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور ابن القیمؒ ایسے خدا شناس اور بے لوث شخص گذرے ہیں۔ جنہوں نے علم تصوف کے چشمہ کو جو بدعت کے خس و خاشاک سے پٹ گیا تھا۔ بالکل پاک صاف کر دیا۔ کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمان و اولیاء الشیطان (ابن تیمیہؒ) باوجود قلیل الحجم ہونے کے اس بات میں بے مثل اور عدیم النظیر کتاب ہے۔ اور متاخرین کی مولفات میں جو اعزازی رتبہ کتاب منازل السائرین اور اس کی شرح مدارج السالکین (یعنی اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی تفسیر حجم ۹۲۸ مصنفہ امام ابن قیمؒ) کو حاصل ہے۔ وہ کسی اور کتاب کو نہیں۔ (منقول از سوانح عمری حضرت شاہ ولی اللہ رح ص۳۰۷)



اَلْوَصِیَّۃُ الْکُبْرٰی

مصنفہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذارش واقعی

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علیٰ نبیہ

حضرات! ہماری مدت سے خواہش تھی۔ کہ اپنے کتب خانہ کے لئے کسی خاص مسلک کی کتابیں شائع کریں۔ جیسا کہ ہر تاجر کتب کا خیال ہوتا ہے۔ کہ عام کتابیں فروخت کرنے کے علاوہ چند کتابیں اپنی فرمایش سے بھی چھپواکر فروخت کرے اور اس سے فائدہ اٹھائے۔ کتابیں شائع کرنا تو چنداں مشکل کام نہیں تھا۔ لیکن غور طلب بات یہ تھی۔ کہ کونسا سلسلہ انتخاب کیا جائے۔ محض تجارتی فائدہ اٹھانا مدِ نظر ہوتا۔ تو جیسی بھی کتابیں آسانی سے میسر آسکتی تھیں۔ شائع کردی جائیں۔ لیکن خواہش اس بات کی رہی۔ کہ کوئی مفید سلسلہ مل جائے۔ تو ہمہ تن اس کی اشاعت میں سعی کی جائے۔ تاکہ اس کے مطالعہ سے لوگوں کو دینی فائدہ حاصل ہو۔ اور اشاعتِ علومِ حقہ بخوبی ہو سکے۔ اور وہ کتابیں بھی ایسی ہوں۔ کہ ان کا مضمون کتاب وسنت کی تعلیم سے نقطہ بھر بھی متجاوز نہ ہو۔ آخر غور و فکر کے بعد یہی معلوم ہوا۔ کہ دنیا کے دو مقتدر مجددانِ ملت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحؒ اور علامہ ابن قیم رحؒ کی زریں گراں قدر اور نایاب عربی کتابوں کے اردو ترجمے کرائے جائیں۔ اور ان کے مطالعہ کا ملک میں رواج دیا جائے ÷

آج اگر روئے زمین کے کتب خانوں کو ٹٹولا جائے۔ اور گذشتہ صدیوں کے علمائے کرام کی تصانیف پر سلامتی فطرت کے ساتھ غیر متعصبانہ نظر ڈالی جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ کتاب اور سنت کے معانی کو ان کے سادہ مفہوم میں بلا کسی قسم کے تکلف اور تاویل کے بیان

کرنے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح اور علامہ ابن قیم رح کی تصانیف امتیاز خصوصی رکھتی ہیں۔ ہر دو امام حق پرست علما کے طبقہ میں مجتہد مطلق تسلیم کئے گئے ہیں۔ متاخرین میں بڑے بڑے علما کا علم ان کی تصانیف سے ماخوذ ہے۔ تعجب اور تعجب کے ساتھ حسرت ہے کہ جس قدر یہ کتابیں مفید ثابت ہوئی ہیں۔ اسی قدر ان کی اشاعت میں کوتاہی کی گئی ہے۔ سینکڑوں تالیفات توگمنامی کی بستی میں سوئی پڑی ہیں۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ آج ملک کو ان کتابوں کی سخت ضرورت ہے۔ لہٰذا ہم نے یہ عزم کرلیا ہے۔ کہ ان گراں قدر قیمتی کتابوں کے بہترین مصنفین سے اردو ترجمے کرائیں۔ اور پبلک کی خدمت میں پیش کریں۔ اس مقصد کی تکمیل سراسر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی سے ہر وقت دعا ہے۔ کہ وہ اپنے فضل وکرم سے اس کام کو سرانجام دے۔ ربنا علیك توکلنا والیك انبنا والیك المصیر۔

حضرات! یہ رسالہ جو آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس کا نام اَلْوَصِیَّۃُ الْکُبْرٰے ہے۔ اس میں فرقۂ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کی تحقیق کی گئی ہے۔ اصل کتاب میں ابواب اور عناوین کی تقسیم نہیں ہے۔ لیکن ترجمہ کو کامل سو باب پر تقسیم کرکے کتاب کو اس طرح عام فہم کردیا ہے۔ کہ اس سے زیادہ ناممکن ہے۔

حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح کو اس رسالہ کے لکھنے کی جو ابتداءً ضرورت پڑی۔ اس کی حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ کے وقت میں اہل السنۃ والجماعۃ کا ایک ایسا گروہ موجود تھا۔ جو کہتا تھا کہ ہم شیخ عارف قدوۃ ابوالبرکات عدی بن مسافر اموی رح کے پیرو ہیں جو ایک مشہور ولی گذرے ہیں۔ چونکہ شیخ موصوف کا مسلک نہایت متوسط اور اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کے بالکل مطابق تھا۔ اور یہ لوگ جو ان کے پیرو کہلاتے تھے بہت سی باتوں میں صراط مستقیم کو چھوڑ کر افراط اور تفریط کی جانب جھک گئے تھے۔ اور پھر بھی اپنے آپ کو عدی بن مسافر رح کا پیرو کار بتلاتے تھے۔ لہٰذا امام موصوف نے یہ رسالہ لکھ کر شیخ عدی رح کے پیرؤں کو یہ جتلایا کہ اصل طریقہ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی ہے۔ شیخ عدی بھی اسی طریق پر کاربند تھے۔ اور تمہارا طریق وہ نہیں ہے۔ جو شیخ موصوف کا تھا۔

نیازمند ان

محمد شریف عبد الغنی تاجران کتب ملتان دار الترجمہ والاشاعت کتب حدیث وتصانیف امام ابن تیمیہ وغیرہ کشمیری بازار لاہور

فہرست مضامین الوصیۃ الکبریٰ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۳	حدیث ان اللہ ینزل عشیۃ عرفۃ علی جمل اورق	۳۹
۴۴	حدیث رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربہ یمشی و علیہ جبۃ صوف	۳۹
۴۵	کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اللہ تعالےٰ کو دیکھا	۴۰
۴۶	حدیث رأیت ربی فی صورۃ کذا وکذا	۴۱
۴۷	حدیث ان اللہ یدنو عشیۃ عرفۃ	۴۲
۴۸	حدیث حرا۔ نزول اور فترۃ وحی	۴۳
۴۹	حدیث دجال۔	۴۴
۵۰	مشاہدہ اور وجدان	۴۴
۵۱	خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن ہے۔	۴۵
۵۲	رویت کی بجائے جو دوسری چیز حاصل ہوتی ہے۔	۴۵
۵۳	عرصات قیامت اور جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا	۴۶
۵۴	رویت باری تعالےٰ میں افراط اور تفریط	۴۷
۵۵	فرقہ حلولیہ اور اتحادیہ	۴۹
۵۶	راہ توسط	۴۹
۵۷	تعزیر فرقہ حلولیہ	۵۰
۵۸	مشائخ کے بارہ میں غلو	۵۱
۵۹	چند کلمات شرک	۵۲
۶۰	موجودہ زمانہ کے مشرکین زمانۂ رسالت کے مشرکین کے برابر ہیں	۵۲
۶۱	اثبات توحید میں حد درجہ کی کوشش کرنا	۵۵
۶۲	سجود لغیر اللہ	۵۶
۶۳	قبروں کو مسجدیں بنانا	۵۷
۶۴	زیارت قبور مسنون ہے	۵۷
۶۵	روضہ طیبہ نبویہ کی زیارت کرتے وقت احتیاط	۵۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذالکم وصّٰکم بہ لعلکم تذکّرون

الوصیۃ الکبریٰ

۱۔ تمہید

مجدد اعظم شیخ الاسلام تقی الدین ابو العباس حضرت امام احمد بن عبد الحلیم ابن عبد السلام ابن تیمیہ حرّانی فرماتے ہیں :۔

احمد ابن تیمیہ عفا اللہ عنہ کی طرف سے یہ چند وصیتیں ہیں۔جس شخص کو یہ مل جائیں ۔اسے ان پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ اہل السنۃ والجماعۃ بالخصوص وہ اصحاب جو شیخ عارف قدوۃ ابوالبرکات عدی بن مسافر اموی رح کی جماعت میں داخل ہیں۔ان باتوں سے پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔اللہ تعالےٰ انہیں اپنے راستہ پر چلنے ،اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بجالانے اور حبل متین کے ساتھ تمسک کرنے کی توفیق دے۔ انعام یافتہ گروہوں ،مثلاً انبیاء ۔صدیقین ۔شہداء اور صالحین کے راستہ کی طرف راہنمائی کرے ۔اور رسولؐ کی شریعت سے منحرف ہونے والی گمراہ اور کجرو جماعتوں کے راستہ سے الگ رکھے ۔تاکہ یہ لوگ کتاب اور سنت کی پابندی سے اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے احسان کے حقدار بن جائیں +

۲۔ حمد اور صلوٰۃ

وَبَعْدُ فَاِنَّا نَحْمَدُ اِلَیْکُمُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَھُوَ لِلْحَمْدِ اَھْلٌ

وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَنَسْئَلُهٗ اَنْ یُّصَلِّیَ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَسَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَکْرَمِ الْخَلْقِ عَلٰی رَبِّهٖ وَاَقْرَبِهِمْ اِلَیْهِ زُلْفٰی وَاَعْظَمِهِمْ عِنْدَهٗ دَرَجَةً مُحَمَّدٍ عَبْدِهٖ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔

۳ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت اور اتمام نعمت

اللہ تبارک وتعالٰے نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدآیت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا۔ تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب رکھے۔ اور اس بارہ میں اللہ تعالٰے کی شہادت کافی ہے۔ اور آپ پر ایک ایسی کتاب نازل کی۔ جو سراپا حق سابق نازل شدہ کتابوں تورات و انجیل وغیرہ کی تصدیق کرتی۔ ان کے غلط اور صحیح حصوں میں فرق تبلاتی اور اصول دین میں ان کے ساتھ متفق ہے۔ اور اللہ تعالٰے نے آپ کے اور آپ کی امت کے لئے دین کو کامل کر دیا۔ اور نعمت بپایۂ اتمام کو پہنچا دی۔ ان کو اچھے اعتقادات واعمال و اخلاق کے ساتھ آراستہ کر کے دنیا کی ہدایت کی خاطر نمونہ بنا کر تمام امتوں سے اس طرح افضل گردانا۔ کہ ستر امتوں کے مقابلہ میں یہ ایک امت ان سے افضل اور برگزیدہ ہے۔ اسے معتدل اور درمیانہ اعتقادات اعمال اور اخلاق کے ساتھ مزین کر کے لوگوں کے لئے گواہ ٹھیرایا۔ آپ کی امت کے دین کو دو حصوں پر منقسم کیا۔ یعنی گذشتہ انبیا علیہم السلام کے ادیان کے مشترک اصول ایمان کی طرف راہنمائی کرنے کے علاوہ ایک خاص طریق اور شراعیت کے ساتھ بھی مخصوص کر کے پہلی تمام امتوں سے ممتاز کیا۔

۴۔ دین کا پہلا حصہ

گذشتہ امتوں کے مشترک اصول ایمان

دین کا پہلا حصہ تو وہ ہے۔ جو گذشتہ امتوں کے نزدیک بھی متفق علیہ تھا۔ یہی اصول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے بھی لازم اور ضروری قرار دئے گئے۔ اور بمنزلہ

اصول ایمان کے ہیں۔ یہ چار اصول ہیں:-

۵- اصل اول توحید

اصول ایمان میں سب سے اعلیٰ اور افضل چیز توحید ہے۔ اور یہ ہر انسان کے لئے خلوص قلب اور صفائی نیت کے ساتھ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دینا ہے

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:-

(۱) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ

(۲) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ

(۳) وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ

(۴) شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ وَمَا وَصَّیْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی۔

(۵) یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ

(۱) اور اے پیغمبر ہم نے تم سے پہلے جب کبھی کوئی رسول بھیجا۔ تو اس پر ہم یہی وحی کرتے رہے۔ کہ ہمارے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ تو لوگو! ہماری ہی عبادت کرو +

(۲) اور ہم ہر ایک امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر اس بات کے سمجھانے کے لئے بھیجتے رہے ہیں کہ لوگو صرف اسی کی عبادت کرو۔ اور شیطان سرکش کے اغوا سے بچتے رہو +

(۳) اور اے پیغمبر تم سے پہلے جو ہم نے رسول بھیجے۔ ان سے پوچھ دیکھو۔ کیا ہم نے خدائے رحمان کے سوا دوسرے دوسرے معبود ٹھیرا دئے تھے۔ کہ ان کی پرستش کی جائے +

(۴) لوگو! اس نے تمہارے لئے دین کا وہی رستہ ٹھیرایا ہے۔ جس پر چلنے کا اس نے نوحؑ کو حکم دیا تھا۔ اور اے پیغمبر تمہاری طرف بھی ہم نے اسی راستہ کی وحی کی ہے۔ اور اسی کا ہم نے ابراہیمؑ۔ موسٰیؑ اور عیسٰیؑ کو حکم دیا تھا +

(۵) اے گروہ پیغمبراں! ستھری چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ تم جیسے جیسے عمل کرتے ہو ہم ان سب سے واقف ہیں۔ اور یہ تمہارا خدائی گروہ ہے۔ اور اصل دین کے اعتبار سے ایک ہی گروہ ہے۔ اور ہم ہی تم سب کے پروردگار ہیں تو ہم سے ہی ڈرتے رہو +

۶- اصل دوم

تمام کتابوں اور انبیا علیہم السلام پر ایمان لانا

اصل ایمان کی دوسری شق یہ ہے۔ کہ اللہ کی بھیجی ہوئی تمام کتابوں اور تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لایا جائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:۔

(۱) قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔

(۱) مسلمانو! تم کہو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں۔ اور قرآن جو ہم پر اترا۔ اس پر۔ اور صحیفے جو ابراہیمؑ۔ اور اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ پر اترے۔ اُن پر۔ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو جو کتاب ملی۔ اس پر۔ اور جو دوسرے پیغمبروں کو اُن کے پروردگار سے ملا۔ اس پر۔ ہم ان پیغمبروں میں سے کسی ایک میں بھی کسی طرح کی جدائی نہیں سمجھتے اور ہم اسی ایک خدا کے فرمانبردار ہیں۔

(۲) قُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ۔

(۲) اے پیغمبر انہیں کہہ دو کہ کتاب کی قسم سے جو کچھ خدا نے اتارا ہے۔ میرا تو سب پر ایمان ہے۔ اور مجھ کو خدا کے ہاں سے حکم ملا ہے۔ کہ تمہارے اندرونی اختلافات کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کردوں۔

(۳) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ

(۳) یہ پیغمبر محمدؐ اس کتاب کو مانتے ہیں جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر اتری ہے اور دوسرے مسلمان بھی۔ یہ سب کے سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے۔ کہ سب پیغمبروں کا دین ایک ہے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو بھی جدا نہیں سمجھتے۔ اور بول اٹھے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے تیرا ارشاد سُنا اور تسلیم کیا۔ اے ہمارے پروردگار! بس تیری ہی مغفرت درکار ہے۔ اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۷- اصل سوم

قیامت پر ایمان لانا

اصول ایمان کی تیسری اصل قیامت اور اس دن کے حساب اور ثواب وعقاب کا یقین کرنا ہے۔ چنانچہ ذیل کی آیت میں تبلایا گیا ہے۔ کہ گذشتہ امم کے ایماندار لوگوں کے لئے بھی یوم آخرت پر یقین رکھنا ان کے ایمان کی جزو قرار دیا گیا تھا:-

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

بے شک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی ان میں سے جو اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے تو ان کو ان کے کئے کا اجر ان کے پروردگار کے ہاں ملیگا۔ اور ان پر نہ کسی قسم کا خوف طاری ہوگا اور نہ وہ کسی طرح آزردہ خاطر ہونگے:-

۸- اصل چہارم:-

عبادات اور اخلاق

اصل ایمان کا چوتھا جزو وہ باتیں ہیں جنہیں اصول شرائع کہا جاتا ہے اور جو کہ سورۂ انعام- اعراف- اسراء وغیرہ مکی سورتوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً صرف خدائے واحد کی عبادت کرنا- ماں باپ کی اطاعت بجا لانا- صلہ رحمی کرنا- عہد کو پورا کرنا- گفتگو میں عدل کو ملحوظ رکھنا- ناپ تول میں کسی قسم کی کمی نہ کرنا- سائل اور محروم کو خیرات دینا- کسی نفس کے ناحق قتل کرنے- بے حیائی کے کاموں کے کرنے- خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ گناہ کرنے اور ناروا کسی پر زیادتی کرنے اور دین کے بارہ میں علم کے بغیر گفتگو کرنے- وغیرہ وغیرہ منع کاموں کو حرام جاننا۔ ان کے علاوہ وہ تمام باتیں بھی بجا لانا جو توحید میں داخل ہیں- مثلاً اللہ تعالےٰ کے لئے دین کو خالص کرنا- اس پر بھروسہ رکھنا- اس کی رحمت کی امید اور اس کے عذاب سے خوف رکھنا اور اس کے حکم پر صبر کرنا- اس کے فرمان پر ثابت قدم رہنا- اللہ اور اس کے رسولؐ کو اہل وعیال- مال

جان اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ عزیز رکھنا۔ اور اسی قسم کی اصول ایمان سے تعلق رکھنے والی وہ باتیں جو عام طور پر مکی اور کہیں کہیں مدنی سورتوں میں بیان کی گئی ہیں +

۹۔ دین کا دوسرا حصہ

امت محمدیہ کے خصائص

دین کا دوسرا حصہ ان احکام کا مجموعہ ہے۔ جو اللہ نے بعض بعض مدنی سورتوں میں نازل فرمائے اور مختلف مواقع میں انہیں وِجہہ۔ منسک اور منہاج کے نام سے تعبیر فرمایا۔ دراصل یہ وہ طریقے ہیں۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے لئے مقرر کئے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر علاوہ قرآن مجید کے ایک حصہ

۱۰۔ حکمت

کا بھی نازل فرمایا۔ اور اس طرح مسلمانوں پر ایک بہت بڑا انعام کیا۔ ازواج مطہرات کو بھی حکم دیا۔ کہ وہ اپنے پروردگار کی اس نعمت کو یاد کریں۔ آیات ذیل میں فرمایا :-

(۱) وَاَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (۲) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (۳) وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ

(۱) اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری ہے اور تم کو ایسی باتیں سکھادی ہیں جو پہلے تم کو معلوم نہ تھیں۔ (۲) اللہ نے مسلمانوں پر بڑا ہی فضل کیا کہ ان میں ان ہی میں کا ایک رسول بھیجا جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے۔ اور ان کو کفر و شرک کی گندگی سے پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب الٰہی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ (۳) اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں اور حکمت کی باتیں پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ ان کو یاد رکھو +

سلف صالحین میں سے اکثر کے نزدیک حکمت سے مراد وہ ہے جس کو ہم سنت کہتے ہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ ازواج مطہراتؓ کے گھروں میں جو چیز سوائے قرآن شریف کے پڑھی جاتی

تھی۔ وہ سنت ہی تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ۔ سن رکھو۔ کہ اللہ نے مجھے قرآن اور اس کی مثل دوسرا علم بھی دیا ہے۔ حضرت حسان بن عطیہ سے ایک روایت ہے۔ کہ وقال حسان ابن عطیۃ کان جبریل علیہ السلام ینزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالسنۃ کما ینزل بالقرآن فیعلمہ ایاھا کما یعلمہ القرآن (ترجمہ) جبریل علیہ السلام جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی وحی لاتے تھے۔ اسی طرح سنت کی بھی وحی لاتے تھے۔ اور قرآن کی طرح آپ کو اس کی تعلیم دیتے تھے۔

۱۱۔ وجہ۔ منسک اور منہاج کی تفصیل

اور ان مدنی احکام کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

قبلہ رخ ہو کر مقررہ رکعت۔ رکوع۔ سجود اور قراءت کے ساتھ پانچ وقت کی نماز اپنے اوقات میں ادا کرنا۔ زکوٰۃ اور اس کا شرعی نصاب جو مسلمانوں کے مختلف قسم کے مال مثلاً مویشی جانوروں۔ غلوں۔ پھلوں۔ تجارت کی اشیا۔ اور سونے چاندی پر مقرر ہے۔ اور اس کے مصارف جو مندرجہ ذیل آیت میں مذکور ہیں:۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ	زکوٰۃ و خیرات کا مال تو بس فقیروں کا حق ہے۔ اور محتاجوں کا اور کارکنوں کا جو مال زکوٰۃ کے وصول کرنے پر تعینات ہیں اور ان لوگوں کا جن کا دل پرچانا منظور ہے۔ ان مصارف میں مال خیرات یعنی زکوٰۃ کو خرچ کیا جائے۔

اور نیز قیدی اور قرضداروں کے قرضے میں اور نیز خدا کی راہ یعنی مجاہدین کے ساز و سامان میں۔ اور مسافروں کے زادراہ میں۔ یہ حقوق اللہ کے ٹھیرائے ہوئے ہیں۔ اور اللہ جاننے والا اور صاحب تدبیر ہے۔

رمضان کے روزے۔ اور بیت اللہ کا حج۔ اور نکاح۔ میراث۔ تعزیرات۔ اور بیع وشراء کے متعلق حدبندیاں۔ عید جمعہ۔ اور نماز مفروضہ۔ کسوف۔ خسوف اور استسقاء

کی جماعتیں ۔ اور نماز جنازہ اور تراویح کے ادا کرنے کا طریق ۔ علیٰ ہٰذا القیاس وہ قواعد جو عادات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمائے ۔ مثلاً طعام وشراب ۔ اور ولادت اور موت کے آداب اور سنتیں ۔ اور احکام جو جان ومال ۔ ستر اور عزت کے محفوظ رکھنے اور منفعت کی چیزوں اور بدن کے متعلق شارع علیہ السلام نے ذکر کئے ہیں ۔ یہی وہ چیزیں ہیں ۔ جو اللہ تعالےٰ نے نبی علیہ السلام کی زبان پر مشروع کر دی ہیں ۔ اور آپ کے تبعین کو ایمان کی محبت دے دی ۔ اور اس کو ان کے دلوں میں عمدہ کر دکھلایا ۔ اور انہیں اپنے فضل وکرم سے اس بات سے بھی بچا لیا ۔ کہ گذشتہ امتوں کی طرح تمام کے تمام کسی گمراہی کے کام پر جمع ہو جائیں ؛۔

۱۲ ۔ امت محمدیہ کا گمراہی پر اجماع ممکن نہیں

چونکہ پہلی امتوں میں سے اگر کوئی امت گمراہ ہو جاتی ۔ تو دوسرا نبی آکر اس کو ہدایت کرتا تھا ۔ جیسا کہ ذیل کی آیتیں اس پر شاہد ہیں :۔

(۱) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (۲) وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ

(۱) اور ہم ہر ایک امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر اس بات کے سمجھانے کے لئے بھیجتے رہے ہیں ۔ کہ لوگو ! خدا کی عبادت کرو ۔ اور شیطان سرکش کے اغوا سے بچتے رہو ۔ (۲) اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی ۔ کہ اس میں کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو +

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں ۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے گذشتہ امتوں کے برخلاف آپ کی امت کو تمام کی تمام گمراہ ہونے سے معصوم گردانا ۔ اور قدرت اور رحمت الٰہی نے یہ التزام کیا ۔ کہ قیامت تک ہر ایک دور میں مسلمانوں کے اندر ایسے ارباب عزیمت ضرور پیدا ہوتے رہینگے ۔ جو دنیا میں اعلان حق کر کے حجت کو قائم کرتے رہینگے ۔ اسی وجہ سے کتاب اور سنت کی طرح اس امت کا کسی ایک بات پر اجماع کر لینا بھی حجت ہے ۔ اور اسی لئے اس امت کے اہل حق یعنی اہل السنۃ والجماعۃ اہل باطل سے الگ اور ممتاز ہیں ۔ جو اپنے زعم میں یہ سمجھتے ہیں ۔ کہ وہ کتاب کے پابند ہیں ۔ اور واقع میں

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت اور سلف کے طریقہ سے اعراض کر رہے ہیں۔

۳۔ سنت کی پیروی کرنے اور باہمی اختلاف سے بچنے کی تاکید

اللہ تعالٰے نے قرآن مجید میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنے آپ کے طریق کو دستور العمل بنانے اور آپس میں متفق رہنے کا حکم دیا ہے۔ فرقہ بندی اور اختلافات سے منع کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

(۱) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۲) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (۳) اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (۴) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (۵) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (۶) اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۔ (۷) وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ (۸) وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (۹) وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ (۱۰) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ

(۱) جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا (۲) اور جو رسول ہم نے بھیجا اس کے بھیجنے سے ہمارا مقصود ہمیشہ یہی تھا کہ اللہ کے یعنی ہمارے حکم سے اس کا کہا مانا جائے۔ (۳) اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ کہ اللہ بھی تم کو دوست رکھے اور تم کو تمہارے گناہ معاف کر دے۔ (۴) اے پیغمبر! تمہارے ہی پروردگار کی قسم ہے۔ کہ جب تک یہ لوگ اپنے باہمی جھگڑے تمہیں سے فیصلہ نہ کرائیں اور صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ جو کچھ تم فیصلہ کر دو۔ اس سے کسی طرح دلگیر بھی نہ ہوں۔ بلکہ دل و جان سے اس کو تسلیم کریں غرض جب تک یہ سب کچھ نہ کریں۔ اس وقت تک ان کو ایمان سے بہرہ نہیں۔ (۵) اور سب مل کر مضبوطی سے اللہ کے دین کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا۔ (۶) اور اے پیغمبر جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرقے بن گئے۔ تم کو ان کے جھگڑوں سے کچھ سروکار نہیں (۷) اور اُن جیسے

الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

نہ بنو جو ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ اور اپنے پاس کھلے کھلے احکام آئے پیچھے لگے آپس میں اختلاف کرنے۔ (۸) ان لوگوں کو یہی حکم دیا گیا تھا۔ کہ خالص اللہ ہی کی بندگی کی نیت سے یکطرفے ہو کر اس کی عبادت کریں۔ نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اور یہی ٹھیک دین ہے۔ (۹) یہی ہمارا سیدھا رستہ ہے۔ تو اسی پر چلے جاؤ۔ اور دوسرے رستوں پر نہ پڑ لینا۔ کہ یہ تم کو خدا کے رستے سے بھٹکا کر تتر بتر کر دینگے۔ (۱۰) ہم کو دین کا سیدھا رستہ دکھا۔ ان لوگوں کا رستہ جن پر تو نے اپنا فضل کیا۔ نہ ان کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔ اور نہ گمراہوں کا ✦

۱۴۔ تشریح مغضوب علیہم اور ضالین اور فضیلت سورۂ فاتحہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک صحیح روایت میں آیا ہے۔ کہ مغضوب علیہم سے مراد یہود اور ضالین سے مراد نصارٰے ہیں۔ سورۂ فاتحہ جس کا دوسرا نام اُم القرآن بھی ہے۔ اور جس جیسی عظیم الشان سورت نہ تو تورات۔ زبور۔ انجیل اور نہ قرآن میں کسی دوسری جگہ نازل ہوئی۔ اور جو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو عرش عظیم کے نیچے کے خزانہ سے دی گئی ہے۔ اور جس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔ اس میں اللہ تعالٰے نے ہمیں حکم دیا ہے۔ کہ ہم اس سے صراط مستقیم یعنی انعام والے لوگوں کے رستے کا سوال کریں۔ اور مغضوب علیہم یعنی یہود اور ضالین یعنی نصارٰے کے غلط راستہ سے الگ رہنے کی دعا مانگیں ✦

۱۵۔ صراط مستقیم ہی کا دوسرا نام سنت والجماعۃ ہے

اور یہ صراط مستقیم خالص دین اسلام ہے۔ یہ وہی ہے۔ جو کتاب اللہ میں ہے اور یہی سنت والجماعۃ ہے۔ کیونکہ خالص سنت خالص دین اسلام ہے۔ اور اس بارہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد روایات آئی ہیں۔ جیسا کہ اصحاب سُنن اور مسانید مثلاً امام

احمدؒ۔ امام ابو داؤدؒ۔ اور امام ترمذیؒ وغیرہم سے روایت کی گئی ہے۔ کہ

۶۔ الحدیث ستفترق ہذہ الامۃ علی اثنین وسبعین فرقۃ

ستفترق ھذہ الامۃ علی اثنین وسبعین فرقۃ کلھا فی النار الا واحدۃ وھی الجماعۃ۔ یعنی اس امت کے بہتر فرقے ہو جائینگے۔ اور ایک فرقے کے سوا باقی سب دوزخ میں جائینگے۔ اور وہ ایک فرقہ وہ ہے جس کو جماعت کہا جاتا ہے۔ یا جیسا کہ دوسری حدیث میں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعیین کی ہے کہ من کان علی مثل ماانا علیہ الیوم واصحابی یعنی وہ فرقہ اس طریق پر عمل پیرا ہوگا۔ جو آج میرا اور میرے اصحاب کا ہے۔ اور اس فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ کا باقی اسلامی فرقوں میں وہی حال ہے۔ جو اسلام کا باقی مذاہب کے مقابلہ میں ہے۔ اسلام باقی مذاہب میں متوسط مذہب ہے۔ اسی طرح یہ فرقہ باقی مسلمانوں کے فرقوں میں متوسط فرقہ ہے۔ چنانچہ ذیل میں بیان ہوتا ہے۔ کہ اہل اسلام کس طرح بمقابلہ دیگر مذاہب اپنے عقائد اور اعمال میں میانہ رو ہیں۔

۷۔ انبیاء اور صالحین میں توسط

مسلمانوں کا اعتقاد جو انبیاء۔ رسولوں اور اللہ کے صالحین بندوں کی نسبت ہے۔ وہ نہایت معتدل ہے۔ نہ نصاریٰ کی طرح ان کی تعظیم میں افراط سے کام لیتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے احبار و رہبان (علماؤ مشائخ) اور مسیح علیہ السلام کو خدا کے سوا رب ٹھیرا لیا۔ حالانکہ اللہ کی طرف سے انہیں یہی حکم دیا گیا تھا۔ کہ ایک ہی خدا کی عبادت کرتے رہنا۔ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ وہ ان کے شرک کرنے سے پاک ہے۔ اور نہ یہود کی طرح ان کے حق میں تفریط کرکے ان کی ایذا کے درپئے ہیں۔ کیونکہ یہود ناحق انبیاء علیہم السلام اور ان لوگوں کو جو انصاف قائم رکھنے کو کہتے تھے۔ قتل کر ڈالتے تھے۔ جب کبھی کوئی رسول اللہ کی طرف سے ان

کے پاس ایسے احکام لاتا۔ جو ان کی خواہش نفسانی کے موافق نہ ہوتے۔ تو بعض رسولوں کو جھٹلا دیتے اور بعض کو قتل بھی کر دیتے۔ بلکہ مسلمان اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ان کی حمایت۔ مدد اور عزت کرتے ہیں۔ ان سے محبت رکھتے ہیں۔ اور اللہ کی طرف سے جو نور ہدایت وہ لائے ہیں۔ اس کی پیروی کرتے ہیں۔ نہ ان کی عبادت کرتے ہیں۔ اور نہ اُن کو رب بناتے ہیں۔ وہ آیت ذیل کے پابند ہیں:۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ۔ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا۔ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

کسی انسان کو توخیر بات شایاں نہیں ہے۔ کہ خدا اس کو اپنی کتاب اور عقل سلیم اور پیغمبری عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے لگے کہنے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بنو۔ بلکہ وہ تو یہی کہیگا کہ خدا پرست ہو کر رہو۔ اس لئے کہ تم دوسروں کو کتاب الٰہی پڑھاتے رہے ہو اور خود بھی پڑھتے رہے ہو۔ اور وہ تم سے کبھی بھی نہیں کہیگا۔ کہ فرشتوں اور نبیوں کو خدا مانو۔ بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ تم اسلام لا چکے ہو۔ اور وہ اس کے بعد تم کو کفر کرنے کو کہے۔

۸۔ عیسیٰ علیہ السّلام کے بارہ میں توسط

علیٰ ہذا القیاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی اہل ایمان کا اعتقاد اسی توسط پر مبنی ہے۔ نصاریٰ کی طرح نہ انہیں اللہ کہتے ہیں۔ نہ ابن اللہ۔ اور نہ ہی ثالث ثلاثہ یعنی تینوں میں کا ایک۔ اور نہ ہی یہود کی طرح ان کی رسالت سے انکار کرتے ہیں۔ نہ ہی مریم علیہا السلام کو (معاذ اللہ) زنا کا الزام لگا کر عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو خلاف حلال خیال کرتے ہیں۔ بلکہ وہ صرف یہی کہتے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور وہ اللہ کا کلمہ ہیں۔ جو مریمؑ کی طرف ڈالا گیا۔ جنہوں نے آخر عمر تک نکاح نہ کیا۔ اور دنیا کو چھوڑ کر ہر وقت اللہ ہی سے رشتہ

جوڑ رکھا تھا۔ نیز مسلمان عیسٰے علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے ایک روح یقین کرتے ہیں +

۱۹۔ دین کے شرائع میں توسط

اسی طرح اہل ایمان دین کے شرائعُ میں بھی میانہ رو ہیں۔ یہود کی طرح اللہ کے لئے اس بات کو حرام نہیں جانتے۔ کہ وہ جو حکم چاہے۔ منسوخ کر دے۔ جسے چاہے۔ مٹا دے۔ اور جسے چاہے۔ بحال رکھے۔ جیسا کہ اللہ تعالٰے نے قرآن میں ان کے اعتراض نقل کئے:۔

(۱) سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا

(۱) جن لوگوں کی عقل ماری گئی ہے۔ وہ تو کہیں ہی گے کہ مسلمان جس قبلہ پر پہلے تھے اس پر سے ان کے مڑ جانے کی کیا وجہ ہوئی

(۲) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ۔

(۲) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ قرآن جو خدا نے اتارا ہے۔ اس پر ایمان لے آؤ۔ تو جواب دیتے ہیں۔ کہ ہم اسی کتاب پر ایمان لاتے ہیں۔ جو ہم پر اتری۔ غرض اس کے علاوہ دوسری کتاب کو نہیں مانتے۔ حالانکہ یہ قرآن سچا ہے۔ اور جو کتاب ان کے پاس ہے۔ اس کی تصدیق بھی کرتا ہے +

نہ ہی نصارٰے کی طرح انہوں نے اس امت کے اکابر علماؤ مشائخ کو اس بات کا مجاز سمجھا۔ کہ وہ اللہ تعالٰے کے دین میں تبدیلی پیدا کر سکیں۔ اور اپنی مرضی سے جس بات کے متعلق چاہیں۔ اس کے کرنے کا حکم دیں۔ اور جس چیز سے چاہیں۔ منع کریں۔ جیساکہ اللہ تعالٰے نے اس کے متعلق فرمایا:۔

۲۰۔ ارباب من دون اللہ

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا

ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ اپنے مشائخوں اور مریمؑ کے بیٹے مسیحؑ کو خدا بنا کھڑا کیا ؛

حدیث شریف میں آیا ہے :-

قال عدی ابن حاتم رضی اللّٰہ عنه قلت یا رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیه وسلم) ما عبدوھم۔ قال ما عبدوھم ولکن احلوا لھم الحرام فاطاعوھم و حرموا علیھم الحلال فاطاعوھم

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے آیہ اتخذوا احبارھم الخ سن کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ نصاریٰ نے ان احبار و رہبان کی عبادت تو نہیں کی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ بیشک عبادت تو نہیں کی تھی۔ لیکن احبار و رہبان نے جس حرام چیز کو حلال کہ دیا۔ انہوں نے فوراً مان لیا۔ اور جس حلال چیز کو حرام ٹھیرا دیا۔ اسے بھی تسلیم کر لیا ؛

بلکہ اہل ایمان تو اس بات کے قائل ہیں۔ کہ خدا ہی کی خلق ہے اور خدا ہی کا حکم ہے۔ جس طرح خدا کے سوا کوئی خالق نہیں۔ اسی طرح اس کے سوا کوئی حکم کرنے والا نہیں۔ وہ تو سمعنا و اطعنا کہ چکے ہیں۔ اللہ کے ہر امر کی پیروی کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ ان اللّٰہ یحکم ما یرید۔ اللہ تعالےٰ حکم کرتا ہے جس کا ارادہ کرتا ہے۔ باقی رہا مخلوق کا معاملہ۔ تو مخلوق میں سے خواہ کتنی ہی بڑی ہستی ہو۔ اسے قطعاً اختیار نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے کسی امر میں تبدیلی پیدا کر سکے ؛

۲۱۔ اللہ تعالےٰ کی صفات میں توسط

اللہ تعالےٰ کی صفات کے بارہ میں بھی اہل اسلام کا اعتقاد درمیانہ ہے۔ یہود نے اللہ تعالےٰ کو مخلوق کی ناقص صفات کے ساتھ موصوف کیا۔ چنانچہ وہ کہتے تھے۔ کہ ہُوَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَآءُ۔ اللہ تعالےٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ اور ید اللّٰہ مغلولة۔ اللہ کا ہاتھ بندھا ہُوا ہے۔ یعنی خرچ نہیں کر سکتا۔ اور یہ بھی کہتے تھے۔ کہ اللہ تعالےٰ مخلوق کو پیدا کرتے کرتے تھک گیا تو ہفتہ کے دن آرام کیا۔ اور اسی قسم کی اور باتیں کہا کرتے تھے۔ ان کے برخلاف نصاریٰ نے مخلوق میں وہ صفات ثابت کیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ

خاص ہیں۔ ان کے خیال میں مخلوق کو بھی پیدا کرنے۔ رزق دینے۔ بخشش کرنے۔ رحم کرنے اور بندوں کی توبہ قبول کرنے اور ان کے اعمال پر ثواب دینے اور عذاب کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن مسلمانوں کا اعتقاد ان دونو باتوں کے درمیان ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کا کوئی ہمنام نہیں۔ نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے۔ نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے اور نہ ہی اس کی کوئی مثال ہے۔ الغرض وہ جہان کا رب اور ہر چیز کا خالق ہے۔ اس کے سوا کائنات عالم میں جو کچھ ہے۔ اس کا غلام اور اس کی طرف محتاج ہے۔

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا۔ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا۔ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا۔

جتنی مخلوقات آسمان و زمین میں ہے۔ سبھی تو قیامت کے دن خدائے رحمان کے آگے اس کے غلام بن کر حاضر ہونگے۔ خدا نے ان کو اپنی قدرت کے احاطہ میں گھیر رکھا ہے اور ان سب کو گن بھی رکھا ہے۔ اور یہ سب قیامت کے دن اکیلے اکیلے اس کی جناب میں حاضر ہونگے۔

۲۲۔ حلال اور حرام میں توسط

اسی طرح حلال اور حرام میں بھی مسلمانوں کا مذہب متوسط ہے۔ یہود کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔ فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیھم طیبٰت احلت لھم۔ یعنی یہودیوں کی ان شرارتوں کی وجہ سے ہم نے بہت سی پاک چیزیں حرام کر دیں۔ تاکہ دائرہ رزق ان پر تنگ ہو۔ چنانچہ وہ ناخن دار جانور مثلاً اونٹ۔ بطخ نہیں کھاتے۔ اور انتڑیوں اور گردوں کی چربی اور بکری کا شیر خوار بچہ وغیرہ بھی نہیں کھاتے علےٰ ہٰذا القیاس کھانے۔ پینے اور پہننے کی بہت سی چیزیں ان پر حرام کر دی گئیں۔ چنانچہ مشہور مقولہ ہے۔ کہ یہود پر تین سو ساٹھ ۳۶۰ قسم کی چیزیں حرام ہیں۔ دوسری طرف ان پر جو احکام واجب کئے گئے۔ ان کی تعداد دو سو اڑتالیس ۲۴۸ ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ یہود پر کس قسم کا تشدد ہے۔ نجاسات کے متعلق بھی ان پر ایسا ہی تشدد ہے۔ حتیٰ کہ حیض والی عورت کے ساتھ کھانا۔ پینا۔ اور ان کو گھر میں اپنے پاس رکھنا۔ ان

کے نزدیک ناجائز ہے۔ نصارے نے اس کے بالکل برعکس کیا۔ انہوں نے تمام پلید اشیا اور ہر ایک قسم کی حرام چیز کو حلال سمجھا۔ اور تمام نجاسات کو استعمال کیا۔ حالانکہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے انہیں صرف یہی کہا تھا۔ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم یعنی تمہارے پاس میرے پیغمبر بن کر آنے سے ایک یہ بھی غرض ہے کہ بعض چیزیں جو تم پر حرام ہیں۔ خدا کے حکم سے ان کو تمہارے لئے حلال کروں۔ قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالےٰ نے نصارے کے خلاف ناراضگی ظاہر کی ہے۔ تو ان وجوہات میں ایک وجہ یہی ہے۔ کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی حرام ٹھیرائی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھ کر ان کا استعمال کر رہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ

اہل کتاب (مراد نصارے) جو نہ تو خدا کو مانتے ہیں جیسا کہ ماننے کا حق ہے۔ اور نہ روز آخرت کو اور نہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام جانتے ہیں اور نہ دین حق کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان لوگوں سے لڑو۔ یہاں تک کہ ذلیل و خوار ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں +

لیکن مومنین کا طرز عمل حلت اور حرمت کے متعلق نہایت متوسط ہے۔ ان کا مسلک بہترین پیرایہ میں آیت ذیل میں درج ہے۔ فرمایا:۔

۲۳۔ نعت نبی اُمّی صلے اللہ علیہ وسلم

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ۔ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ

ہماری جو رحمت ہے۔ وہ اہل نااہل سب چیزوں کو شامل ہے۔ تو ہم اس کو خاص کر ان لوگوں کے نام لکھ دینگے۔ جو پرہیزگاری اختیار کرینگے اور زکوٰۃ دینگے۔ اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لائینگے۔ جو ہمارے ان رسول نبی امی محمدؐ کی پیروی کرتے ہیں۔ جن کی بشارت کو

لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہُوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو اچھے کام کرنے کو کہتے اور بُرے کام سے ان کو منع کرتے ہیں۔ اور پاک چیزوں کو ان کے لئے حلال اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں۔ اور احکام سخت کے بوجھ جو ان کے سروں پر لدے ہوئے تھے۔ اور پھندے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ ان سب کو ان پر سے دور کرتے ہیں۔ تو جو لوگ ان پیغمبر محمدؐ پر ایمان لائے اور ان کی حمایت کی۔ اور ان کو مدد دی۔ اور جو نور ہدایت یعنی قرآن اِن کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ اس کے پیچھے ہو لئے۔ یہی لوگ کامیاب ہیں +

۲۴۔ عقائد اور اعمال میں فرقہ ناجیہ اہل السنّۃ والجماعۃ کا توسط

اہل اسلام کے توسط کے وجوہ بمقابلہ دیگر مذاہب مذکور ہو چکے۔ اس کے بعد یہ بیان ہوگا۔ کہ اسلام میں جس قدر فرقے موجود ہیں۔ ان سب میں اہل السنّۃ والجماعۃ کا گروہ معتدل اور متوسط ہے۔ چنانچہ اس کی نظیریں ذیل میں درج ہیں +

۲۵۔ آیات اسماء صفات کے متعلق توسّط

اللہ تعالےٰ کی آیات۔ اسماء اور صفات کے بارہ میں اہل السنّۃ والجماعۃ کا عقیدہ متوسط ہے۔ اہل تعطیل اور اہل تمثیل دو نو فرقوں کے عقائد کے درمیان اہل السنّۃ والجماعت کا عقیدہ ہے۔ اہل تعطیل وہ لوگ ہیں۔ جو اللہ کے اسماء اور آیات میں الحاد سے کام لیتے ہیں۔ اور ان صفات کے حقایق کی نفی کرتے ہیں۔ جن کے ساتھ اللہ نے اپنی ذات کو موصوف کیا ہے حتیٰ کہ اللہ کی ذات کو معدوم اور مردہ چیز سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اہل تمثیل وہ فرقہ ہے۔ جو اللہ کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور اسے مخلوق سے تشبیہ دیتا ہے۔ لیکن اہل السنّۃ

والجماعۃ اللہ کے ان تمام اوصاف پر ایمان رکھتے ہیں۔ جن کے ساتھ اس نے اپنی ذات کو موصوف کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق بیان فرمایا۔ نہ اس کی ذات کو صفات سے خالی خیال کرتے ہیں۔ نہ ہی اس کو مخلوق سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور نہ ہی صفات کی کیفیت اور مثالیں بیان کرتے ہیں +

۲۶ خلق اور امر میں توسط

علیٰ ہذا القیاس اہل السنۃ والجماعۃ اللہ تعالےٰ کے لئے خلق اور امر ثابت کرنے میں بھی متوسط ہیں۔ نہ تو ان لوگوں کی طرح ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کی قدرت کی تکذیب کرتے ہیں۔ یعنی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کامل ہے۔ ہر امر کے ساتھ اس کی مشیت شامل ہے۔ ہر ایک چیز کا وہی خالق ہے۔ اور نہ ہی وہ ان لوگوں کی طرح ہیں۔ جو بندہ کو مشیت۔ قدرت اور عمل سے خالی سمجھ کر خدا کے امر و نہی۔ اور ثواب و عقاب کو معطل کر رہے ہیں۔ یہ لوگ ایسا اعتقاد رکھ کر اللہ کے دین کی تخریب کر رہے ہیں۔ اور بمنزلہ ان مشرکین کے ہیں۔ جو کٹ حجتی کے طور پر کہتے تھے۔ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ۔ یعنی اگر خدا چاہتا۔ تو ہم شرک نہ کرتے۔ اور نہ ہمارے باپ دادے ایسا کرتے۔ اور نہ کسی چیز کو از خود اپنے اوپر حرام کر لیتے۔" بلکہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ بندوں کو ہدایت کر سکتا ہے۔ ان کے دلوں میں تبدیلی پیدا کر سکتا ہے۔ جو کام وہ چاہے۔ ہو جاتا ہے۔ جو نہ چاہے۔ نہیں ہو سکتا۔ اس کی حکومت میں کوئی چیز واقع نہیں ہو سکتی۔ جو اس کے ارادے کے خلاف ہو۔ اور جس بات کے جاری کرنے کا وہ ارادہ کرے۔ اس کو وجود میں لانے سے بھی عاجز نہیں۔ بلکہ وہ تمام اشیاء۔ ان کی صفات اور افعال کا خالق ہے۔ وہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ انسان میں کچھ نہ کچھ قدرت۔ مشیت۔ اور عمل موجود ہے۔ وہ انسان کو مختار کہتے ہیں۔ مجبور نہیں جانتے۔ کیونکہ مجبور اس کو کہتے ہیں۔ جو اپنی مرضی کے خلاف کسی کام پر مجبور کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ نے بندہ کو اپنے فعل میں با اختیار کیا ہے۔ اسے ارادہ بھی دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جیسا خود انسان کا خالق ہے ۔اسی طرح اس کے اختیار کا بھی خالق ہے ۔ اور خارج میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں ۔کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسی ذات ہے کہ لیس کمثلہ شئ کہ اس کی مانند کوئی چیز نہیں ۔ نہ ذات وصفات میں ۔ اور نہ افعال میں ؛

۲۷۔اسماء۔احکام اور وعدہ و وعید میں توسّط

اسماء ۔احکام اور وعدہ و وعید کے بارہ میں بھی اہل السنتہ والجماعۃ کا طریق متوسط ہے ۔ان کا عقیدہ فرقۂ وعیدیہ اور مرجئہ کے درمیان ہے ۔ اول الذکر وہ فرقہ ہے جو کہتا ہے ۔کہ گناہ کبیرہ کے کرنے والے خواہ مسلمان ہی ہوں ۔ ہمیشہ دوزخ میں رہینگے ۔ان کو بالکل ایمان سے خارج سمجھتا ہے ۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے منکر ہے ۔ مرجئہ وہ فرقہ ہے ۔جس کا عقیدہ یہ ہے ۔کہ ایمان فاسقین کا بھی انبیاء کے ایمان کی طرح ہے ۔ان کے نزدیک اعمال صالحہ دین کی جز نہیں ہیں ۔ اور کلیۃً وعید وعقاب کا انکار کرتے ہیں ۔لیکن اہل السنۃ والجماعۃ کا ایمان ہے ۔کہ مسلمانوں میں جو لوگ فاسق ہیں اصل ایمان سے وہ بھی خالی نہیں ۔بلکہ ان کے دلوں میں بھی کچھ نہ کچھ ایمان ضرور ہوتا ہے ۔ البتہ ان میں ایمان کی پوری مقدار نہیں ہوتی ۔جتنی کہ سیدھا جنت میں جانے کے لئے انہیں مستحق کر دینے کے واسطے ضروری ہو ۔ان کے نزدیک یہ لوگ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہینگے بلکہ جن کے دل میں رائی بھر بھی ایمان ہوگا ۔وہ دوزخ سے نکالا جائیگا ۔ وہ جانتے ہیں ۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے اہل کبائر کے لئے تیار کر رکھا ہے ؛

۲۸۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارہ میں توسّط

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی نسبت بھی اہل السنۃ والجماعۃ کا رویہ فرقہ غالیہ اور جافیہ کے درمیان ہے ۔غالیہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی تعظیم میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں ۔کہ ان کو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بھی بڑھکر جانتے ہیں ۔وہ ان دونو جلیل

القدر صحابہ کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور صرف حضرت علیؓ کو ہی امام معصوم سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ نے فاسقانہ اور ظالمانہ رویہ اختیار کیا۔ یہ فرقہ صحابہؓ کے بعد باقی امت کو بھی کافر کہتا ہے۔ یہ لوگ کبھی کبھی حضرت علیؓ کو نبی اور خدا بھی کہنے لگ جاتے ہیں۔ جافیہ حضرت علیؓ کو کافر کہتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی حضرت عثمانؓ کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔ ان دونوں صحابیوں اور ان کے متبعین کا خون حلال جانتے ہیں۔ ان کو گالیاں دینا اور ان کی نسبت اس قسم کی بیہودہ گوئیاں کرنا مستحب سمجھتے ہیں۔ اور خاص کر کے حضرت علیؓ کی خلافت اور امامت میں بھی طعن کرتے ہیں +

الغرض اہل السنۃ والجماعۃ کے توسط اور اعتدال کی موٹی موٹی نظریں اوپر بیان ہو چکیں ان کے علاوہ سنت کی باقی جزئیات کے اتباع میں بھی یہ لوگ متوسط ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ لوگ اللہ کی کتاب۔ اس کے رسولؐ کی سنت اور اس بات پر کار بند ہیں۔ جس پر مہاجرین اور انصار جو سابقین اولین کے نام سے ذکر کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے بعد اُن کے سچے پیروؤں نے اختیار کیا +

۲۹ فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خطاب اول

یہاں تک لکھ کر حضرت شیخ الاسلام اہل السنۃ والجماعۃ کو یوں مخاطب فرماتے ہیں:۔

اے گروہ اہل السنۃ والجماعۃ! اللہ تعالےٰ تمہیں صلاحیت عطا فرمائے! تم پر اللہ تعالےٰ نے بہت بڑا احسان کیا۔ کہ تمہیں اسلام کی طرف منسوب کیا۔ جو اس کا سچا دین ہے مشرکین اور اہل کتاب اسلام سے نکل کر جن بدعات میں مبتلا ہو گئے۔ ان سے تمہیں بچا لیا۔ اسلام سب سے بڑی اور جلیل القدر نعمت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کسی شخص سے اس دین کے علاوہ کوئی دوسرا دین قبول نہیں کرتا +

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین تلاش کرے۔ تو خدا کے ہاں اس کا وہ دین مقبول نہیں اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں ہو گا +

پھر اسی طرح اللہ تعالےٰ نے تمہیں سنت کی طرف منسوب کر کے ان گمراہ کرنے والی اکثر بدعات سے بچا لیا۔ جن میں روافض۔ جہمیہ۔ خوارج اور قدریہ مبتلا ہیں۔ اور اس بات پر وُہ بُغض شاہد ہے۔ جو تمہارے دلوں میں اس شخص کی نسبت ہے۔ جو اللہ کے اسماء۔ صفات اور قضا و قدر کی تکذیب کرتا یا صحابہؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ ایسے لوگوں سے بُغض رکھنا ہی اہل السنۃ والجماعۃ کا طریق ہے۔ اور یہ سب سے بڑا احسان ہے۔ جس پر اللہ نے کیا۔ اس لئے کہ یہ ایمان کو پورا اور دین کو کامل کرنے والا ہے۔

۳۰۔ فرقہ اہل السنّۃ والجماعۃ میں کثیر التعداد اولیاء اللہ کا وجود

یہی وجہ ہے۔ کہ اہل صلاح اور دیندار۔ اور مخالفین اسلام سے لڑنے والے مجاہدین فی سبیل اللہ جس قدر تمہارے درمیان گذرے ہیں۔ اس قدر باقی بدعتی جماعتوں میں نہیں پائے گئے۔ اور تمہاری جماعت کی مسلمان ظفریاب فوجوں اور اللہ کے مؤید لشکروں میں ہمیشہ ایسے ارباب عزیمت رہے۔ جن کی ذات سے اللہ تعالےٰ دین کو مدد اور مومنین کو غلبہ بخشتا رہا ہے علیٰ ہٰذا القیاس اہل زہد و عبادت کے اندر بھی تم میں سے ہی ایسے اشخاص گذرے ہیں۔ جو اپنے پاک احوال اور پسندیدہ طریقوں اور مکاشفات و تصرفات میں مشہور ہیں۔ اسی طرح تم میں وہ اولیاء متقین گذرے ہیں۔ جن کا ذکر خیر اب تک جاری ہے۔ چنانچہ بعض کے اسمائے گرامی ذیل میں درج ہیں:-

حضرت شیخ الاسلام ابوالحسن علی ابن احمد بن یوسف قرشی ہکاری۔ حضرت شیخ عارف قدوہ عدی بن مسافر اموی۔ ان کے علاوہ وہ حضرات جنھوں نے ان دو نو بزرگان دین کی پیروی کی۔ یہ بزرگانِ دین بزرگی۔ دینداری۔ صلاحیت اور اتباع سنت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے ان کی قدر و منزلت کو بلند کیا۔ ان میں شیخ عدی قدس اللہ روحہٗ کا شمار تو اللہ کے بہت بڑے عبادت گذار صلحاء، بندوں اور کتاب و سنت کے پابند مشائخ میں ہے۔ ان کے ایسے ایسے پاکیزہ احوال اور بلند مناقب ہیں۔ کہ اہل معرفت کے نزدیک روشن ہیں۔ اور امت میں ان کی شہرت۔ نیک نامی اور ذکر خیر کا چرچا ہے۔ جو عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ شیخ عدی سے منقول ہے۔ وہ اُن

کے پہلے بزرگوں مثلاً شیخ امام صالح ابو الفرج عبدالواحد بن محمد بن علی انصاری شیرازی دمشقی اور شیخ الاسلام ہکاری وغیرہ وغیرہ مشائخ کے عقیدوں کے خلاف نہیں۔ ان مشائخ کی اصولی باتیں اہل السنۃ کے بڑے بڑے اصول کے موافق ہیں۔ ان کی رفعت مقام اور بلندئے شان کا باعث ہی یہ ہے۔ کہ یہ بزرگان ملت اصول اہل السنۃ کی ترغیب اور ان کی طرف دعوت دیتے۔ ان کی نشر و اشاعت کا بیحد اشتیاق رکھتے۔ ان کے خلاف کرنے والوں سے ہمیشہ الگ رہتے۔ اور علاوہ بریں ذاتی فضیلت۔ دینداری اور صلاحیت میں بھی پایۂ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ ان کے اور ان کے ہم مشرب اشخاص کے کلام میں اگرچہ بعض مرجوح مسائل اور ضعیف دلائل مثلاً غیر ثابت احادیث اور غیر موافق قیاسات پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اہل بصیرت پر مخفی نہیں۔ لیکن عام طور پر جو اصول انہوں نے بیان کئے۔ صحیح اور پختہ ہیں ✧

۳۔ نبیؐ کے سوا کوئی شخص معصوم نہیں

اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ سوائے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی شخص ایسا نہیں ہے۔ جس کا ہر قول مانا جائے۔ ضرور ہے۔ کہ کوئی قول قبول کیا جائیگا۔ اور کوئی ترک کیا جائیگا۔ خاص کر کے اس امت کے متاخرین لوگوں کا ہر قول کس طرح تسلیم کر لیا جائے۔ جو معرفت کتاب و سنت میں اس پختگی کی حد کو نہ پہنچ سکے۔ جو اس کے لئے ضروری ہے۔ اور صحیح اور ضعیف حدیث اور معقول اور غیر معقول قیاسات میں تمیز نہ کر سکے۔ خصوصاً جب کہ ان باتوں کے علاوہ خواہشات کے غلبہ۔ راؤں کی کثرت۔ اختلاف اور افتراق کے گہرا ہو جانے اور عداوت اور مخالفت کی بھی ملاوٹ ہو۔ کیونکہ یہ باتیں ایسی ہیں۔ کہ جہالت اور ظلم کو قوی کرتی ہیں۔ جو انسان کے اوصاف ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا۔ یعنی اس ذمہ داری کو انسان نے اٹھا لیا۔ کچھ شک نہیں کہ وہ اپنے حق میں بڑا ہی ظالم تھا۔ اور ظالم ہونے کے علاوہ بڑا ہی نادان تھا ✧

۳۲۔ علم اور عدل

اللہ تعالےٰ اس جہل و ظلم سے انسان کو تب ہی بچاتا ہے۔ جب کہ اسے علم اور عدل عطا فرمائے۔ قرآن شریف کی مفصلہ ذیل ہر دو آیتیں اس اصول کی تائید کرتی ہیں:۔

(۱) وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

(۱) زمانہ کی قسم۔ کہ سارے ہی آدمی گھاٹے میں ہیں۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے۔ اور ایک دوسرے کو دین حق کی پیروی کی ہدایت بھی کرتے رہے۔ اور مصیبت میں صبر کی تلقین بھی کرتے رہے۔

(۲) وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ۔

(۲) اور ہم نے بنی اسرائیل میں دین کے پیشوا بنائے تھے۔ جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کیا کرتے تھے۔ اور یہ منصب امامت ان کو اس وقت ملا۔ جب کہ وہ کفار کی ایذاؤں پر صبر کئے بیٹھے رہے۔ اور اس کے علاوہ وہ ہماری آیتوں کا یقین بھی رکھتے تھے +

۳۳۔ فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خطاب دوم

اے اہل السنۃ والجماعت! اللہ تمہارے حال کی اصلاح فرمائے۔ تم پر مخفی نہ رہے۔ کہ جس سنت کا اتباع ضروری۔ اور جس کی پابندی کرنے والا قابل تعریف اور ترک کرنے والا مورد ذم ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اعتقادات میں۔ عبادات میں۔ اور باقی تمام امور میں جو دیانت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس سنت کا پتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث سے چلتا ہے۔ جن میں آپ کے اقوال اور افعال کا ذکر آیا ہے۔ اور یہ کہ آپ نے فلاں قول اور فلاں عمل کو چھوڑ دیا۔ اور آپ کی احادیث کے بعد سابقین اولین اور ان کے سچے تابعداروں کے مسلک کا پتہ چلتا ہے +

—— + ——

۳۴- ائمہ حدیث و عقائد

آپ کی سنت اور سابقین اولین کے مسلک کی تفصیل اسلام کی معروف کتب حدیث میں موجود ہے۔ مثلاً صحیح بخاری و مسلم۔ سنن ابی داؤد اور نسائی۔ جامع ترمذی۔ موطا امام مالکؒ۔ مسند امام احمدؒ وغیرہ۔ ان کے علاوہ کتب تفاسیر اور مغازی۔ اور باقی کتب حدیث میں بھی حدیث کے ٹکڑے اور آثار مل سکتے ہیں۔ جو آپس میں ایک دوسرے کی تقویت کرنے کی وجہ سے قابل استدلال ہو سکتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے۔ کہ اس کی خدمت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اہل معرفت مقرر کر دئے ہیں۔ جو اس کی طرف پوری توجہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ نے دین کو اپنے بندوں کے لئے محفوظ کر رکھا ہے۔ عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کے بارہ میں علماء کی متعدد جماعتوں نے احادیث مرویہ اور آثار صحابہؓ جمع کئے ہیں۔ مثلاً حماد بن سلمہ۔ عبدالرحمٰن بن مہدی۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی۔ اور عثمان بن سعید دارمی وغیرہ نے اپنے طبقات میں۔ اور امام بخاری۔ ابو داؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں عقائد کے متعلق باب باندھے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ابوبکر اثرم۔ عبداللہ بن احمد۔ ابوبکر خلال۔ ابو القاسم طبرانی۔ ابو شیخ اصبہانی۔ ابوبکر آجری۔ ابو الحسن دارقطنی۔ ابو عبداللہ بن مندہ۔ ابو القاسم لالکائی۔ ابو عبداللہ بن بطہ۔ ابو عمر طلمنکی۔ ابو نعیم اصبہانی۔ ابوبکر بیہقی۔ اور ابوذر ہروی نے بھی اس باب میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض کتابوں میں ضعیف حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں۔ جنہیں اہل معرفت اچھی طرح جانتے ہیں +

۳۵- صحیح اور موضوع حدیث میں شناخت نہایت ضروری چیز ہے

لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ بہت سے لوگوں نے اللہ کی صفات اور باقی اعتقادات اور عام دینی باتوں کے متعلق کثرت سے احادیث روایت کی ہیں۔ جو سراسر غلط اور موضوع

ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ بعض ایسی ہیں۔ کہ بالکل ہی باطل ہیں۔ ان کا زبان پر لانا بھی گناہ ہے۔ چہ جائے کہ وہ رسول اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی جائیں۔ اور بعض ایسی ہیں۔ کہ وہ کسی بزرگ۔ کسی عالم یا کسی شخص کا اپنا قول ہوتا ہے۔ اور لاعلمی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ یہ باتیں گو سچ ہوں۔ اور ان میں اجتہاد کی گنجائش ہو۔ لیکن کہنے والے کا اپنا مذہب ہوتا ہے۔ اور غلطی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے اقوال ان لوگوں کے پاس زیادہ تر ہوتے ہیں۔ جو حدیث کی واقفیت نہیں رکھتے۔ مثلاً وہ مسائل جو شیخ ابوالفرج عبدالواحد انصاری نے سُنّی اور بدعتی میں شناخت کرنے کے لئے وضع کئے ہیں۔ یہ مشہور مسائل ہیں۔ چنانچہ بعض جھوٹے لوگوں نے ان پر عمل کیا ہے۔ اور اپنے پاس سے ان کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا کر آپ کا کلام ٹھیرایا ہے۔ ادنےٰ معرفت رکھنے والا شخص بھی فوراً تاڑ لیگا۔ کہ یہ مسائل محض جھوٹ اور افترا ہیں۔ یہ ایسے مسائل ہیں۔ کہ اگرچہ ان کا اکثر حصہ اصول سنت کے موافق ہے۔ تاہم ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کی مخالفت کرنے والا مبتدع نہیں کہلاتا۔ مثلاً یہ مسئلہ کہ سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے کونسی نعمت پیدا کی ہے۔ یہ مسئلہ اہل السنتہ میں خود متنازع فیہ ہے۔ اور دراصل نزاع اس میں صرف لفظی ہے۔ اس لئے کہ اس کی بنا اس بات پر ہے۔ کہ آیا وہ لذت جس کے بعد رنج والم ہو۔ وہ واقع میں نعمت ہے یا نہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس ان مسائل میں بہت سے ضعیف بھی ہیں۔

لہذا ضروری امر ہے۔ کہ عقلمند شخص سچی اور جھوٹی حدیث میں تمیز کرے۔ اس لئے کہ سنت حق بات کا نام ہے۔ باطل کا نام نہیں۔ یا دوسرے الفاظ میں سنت صحیح احادیث کا نام ہے۔ موضوع احادیث کا نہیں۔ پس تمام اہل اسلام کے لئے بالعموم اور سنت کا دعوےٰ کرنے والوں کے لئے بالخصوص یہی ایک بڑی اصل ہے۔

۳۶۔ خوارج اور اُن کے ساتھ قتال کا حکم

اوپر بیان ہو چکا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا دین زیادتی کرنے والوں اور کمی کرنے والوں

کے درمیان ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ اللہ کے ہر امر میں شیطان نے دو راستے پیش کئے ہیں کسی ایک میں کامیاب ہو جائے۔ تو اس کا مطلب حل ہو جاتا ہے۔ ایک راہ افراط کا ہے۔ دوسرا تفریط کا۔ تو چونکہ اسلام ایسا مذہب ہے۔ کہ اس کے بغیر کوئی مذہب اللہ کے ہاں مقبول نہیں۔ لہٰذا شیطان نے بہت سے مسلمانوں کو روکا۔ جو اس مذہب کی طرف منسوب ہیں۔ یہاں تک کہ اُنہیں اسلام کے بڑے بڑے اصول سے نکال کر باہر کر دیا۔ بلکہ اس امت کے بڑے بڑے عبادت گذار اور اہل ورع گروہوں کو کُلیتہً اسلام سے باہر نکال دیا۔ کہ وہ اس سے اس طرح کورے کے کورے نکل گئے۔ جس طرح کہ تیر شکار سے بغیر خون آلودہ ہونے کے پار ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے لڑائی کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ صحاح اور دیگر کتب میں امیر المومنین حضرت علیؓ۔ ابو سعید خدریؓ۔ سہیل بن حنیفؓ۔ ابو ذر غفاریؓ۔ سعد ابن ابی وقاصؓ۔ عبداللہ ابن عمرؓ۔ عبداللہ ابن مسعودؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

یحقر احدکم صلوتہ مع صلوتہم و صیامہ مع صیامہم وقراءتہ مع قراءتہم یقرءون القراٰن لایجاوز حناجرھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السہم من الرمیۃ اینما لقیتموھم فاقتلوھم اقتلوھم فان فی قتلہم اجرا عند اللہ لمن قتلہم یوم القیمۃ لئن ادرکتہم لاقتلنہم قتل عاد وفی روایۃ شر قتلی تحت ادیم السماء خیر قتلی من قتلوہ وفی روایۃ لو یعلم الذین یقاتلونہم ما زوی لہم علی لسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم لنکلوا عن العمل۔

یعنی بظاہر یہ ایسے عبادت گذار ہونگے کہ تم اہل السنۃ والجماعۃ اپنی نماز۔ روزے اور قراءت کو ان کی نماز۔ روزے اور قراءت کے مقابلہ میں حقیر سمجھوگے۔ لیکن فی الواقع ایسے ہونگے۔ کہ قرآن پڑھینگے۔ لیکن حلق سے نیچے نہیں اتریگا۔ اسلام سے اس طرح کورے کے کورے نکل جائینگے۔ جس طرح تیر شکار سے بغیر خون آلودہ ہونے کے پار ہو جاتا ہے۔ جہاں کہیں تم ان سے ملو انہیں قتل کرو۔ یا ان کے ساتھ جنگ کرو۔ کیونکہ جو شخص انہیں قتل کریگا۔ اللہ کے ہاں قیامت کے دن اس کا اجر پائیگا۔ اگر میں اپنی زندگی میں ان کو پاؤں۔ تو اس ذلت کے ساتھ انہیں قتل کروں جس طرح کہ قوم عاد قتل ہوئی۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ جتنے لوگ آسمان کے نیچے قتل ہوئے۔ ان سب میں بد تر خوارج ہیں۔ اور جن مسلمانوں کو خوارج قتل کرینگے۔ وہ تمام مقتولین میں بہتر ہونگے۔ ایک

اور روایت میں ہے۔ کہ جو مسلمان خوارج سے لڑتے ہیں۔ انہیں اگر معلوم ہو جائے۔ کہ اللہ کے ہاں ان کے لئے کس قدر اجر جمع کیا گیا ہے۔ تو اور عمل کرنے سے رک جائیں ؛

حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں جب ان لوگوں نے خروج کیا۔ تو حضرت علیؓ نے خود بھی۔ اور ان کے سمیت باقی صحابہؓ نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کیا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مقابلہ میں جنگ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور اس میں رغبت بھی دلائی تھی۔ ان کے ساتھ جنگ کرنے پر تمام ائمہ اہل اسلام کا اتفاق ہے ؛

۴۷۔ روافض سے قتال

یہ جنگ و قتال جس کا حکم فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ کو دیا گیا۔ صرف خوارج کے ساتھ ہی خاص نہیں۔ بلکہ بدعات مخالفہ اور گمراہ کن خواہشات کے یا بد فرقوں میں سے جو شخص بھی مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی شریعت سے علیحدگی اختیار کرے۔ اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک واجب ہے۔ یہی وجہ تو تھی۔ جس کی خاطر مسلمانوں نے رافضیوں سے لڑائیاں کیں۔ جو درحقیقت خوارج سے بھی بدتر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو جمہور مسلمانوں مثلاً خلفائے ثلاثہ اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر کہتے ہیں۔ اور اپنے سوا تمام اہل اسلام کی تکفیر کے قائل ہیں۔ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو۔ کہ آخرت میں اللہ کا دیدار ہو گا۔ یا اس کی صفات اور قدرت کاملہ اور مشیت شاملہ پر ایمان رکھتا ہو۔ یا ان کی مخترعہ بدعات کا مخالف ہو۔ مثلاً پاؤں پر مسح کرنا اور موزوں پر نہ کرنا۔ افطار کے وقت اور نماز کو اتنا مؤخر کرنا کہ ستارے نکل آئیں۔ بغیر عذر کے نمازوں کو جمع کرنا۔ پانچوں نمازوں میں ہمیشہ قنوت پڑھنا کبھی کو اور اہل کتاب اور باقی مسلمانوں کے ذبح کردہ جانوروں کو حرام سمجھنا۔ کیونکہ ان کے نزدیک اپنے سوا باقی جس قدر مسلمان ہیں۔ سب کافر ہیں۔ غرض جو شخص ان کی خود ساختہ بدعات کا پابند نہ ہو۔ ان سب کو کافر کہتے ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارہ میں ایسے سخت الفاظ بولتے ہیں۔ کہ اس موقع پر ان کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں۔ اسی قسم کے اور کئی ناجائز کلمات بولتے ہیں۔ پس ان وجوہات کی بنا پر

اللہ اور اس کے رسول ؐ کے حکم سے مسلمانوں نے روافض سے بھی قتال کیا ✦

۳۸۔ اسلام سے بے بہرہ رہنا اور سنت کا دعوےٰ کرنا

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں ایسے لوگ موجود تھے۔ جو اسلام کا دعوٰے کرنے کے باوجود اسلام سے بالکل کورے کے کورے نکل گئے۔ اور جن کی ظاہری عبادت کے ہوتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ لڑائی کا حکم دیا۔ تو معلوم ہؤا۔ کہ موجودہ زمانہ میں بھی ایسے لوگ یقیناً موجود ہیں۔ جو اسلام اور سنت کی طرف منسوب ہونے کے باوجود ان سے کلیتہً خارج ہیں۔ حتیٰ کہ وہ شخص بھی اہل السنۃ ہونے کا دعوٰے کرتا ہے۔ جو ہرگز اس کا اہل نہیں۔ بلکہ اس سے نکل کر دور جا پڑا ہے۔ اور اس دور جا پڑنے کے مختلف اسباب ہیں۔ جو نیچے درج کئے جاتے ہیں ✦

۳۹۔ سبب اوّل۔ غُلُوّ فی الدّین

سب سے پہلا سبب غُلُوّ ہے۔ یعنی دین کے معاملہ میں افراط کا راستہ اختیار کرنا۔ جس کی مذمت اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

(۱) يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۖ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۚ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ ۚ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۘ	(۱) اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد اعتدال سے تجاوز یعنی افراط و تفریط نہ کرو۔ اور خدا کی نسبت حق بات کے سوا ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالو۔ حق بات تو اتنی ہی ہے۔ کہ مریمؑ کے بیٹے عیسےٰ مسیحؑ بس اللہ کے ایک رسول ہیں۔ اور خدا کا حکم جو اس نے مریمؑ کی طرف کہلا بھیجا تھا۔ اور وہ

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (۲) قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ۔

ایک روح تھی۔جو خاص خدا کی طرف سے دنیا میں آئی۔تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور تین خدا نہ کہو۔اس سے باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔بس اللہ ہی اکیلا معبود ہے۔ وہ اس سے پاک ہے۔کہ اس کے کچھ اولاد ہو۔ اسی کا ہے۔جو کچھ آسمانوں میں ہے۔اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ سب کا کارساز بس ہے۔(۲) اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ کہ اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق ناروا زیادتی نہ کرو۔اور نہ ان لوگوں کی خواہشوں پر چلو۔جو تم سے پہلے گمراہ ہو چکے ہیں۔اور بہتیروں کو گمراہ کر چکے ہیں۔اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے ہیں+

صحیح حدیث میں ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والغلو فی الدین فانما اھلك من کان قبلکم الغلو فی الدین۔ یعنی دین میں زیادتی کرنے سے بچو۔کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو اسی چیز نے ہلاک کیا+

۴۰۔سبب دوم۔اختلاف اور تفریق

دوسرا سبب وہ اختلاف اور تفریق ہے۔جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں کیا ہے+

۴۱۔سبب سوم۔ظن و ہوٰی اور جہل وظلم

تیسرا سبب وہ احادیث ہیں۔جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جاتی ہیں۔لیکن اتمام اہل معرفت نے ان کے موضوع ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ جاہل شخص ایسی حدیثیں سنتا ہے۔ اور اپنے ظن و خواہشات نفسانی کے مطابق پا کر ان کی تصدیق بھی کرنے لگ جاتا ہے۔ اور سب سے بڑی گمراہی ظن اور ہوٰے

کی پیروی کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اہل ظن ہونے کی مذمت یوں بیان فرمائی ہے :-

اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ۔ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى	یہ لوگ تو بس اٹکل اور نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے

اس ہدایت آچکی ہے ٭

اور اس سورت میں جہاں اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہی اور کجی سے بری ثابت کیا ہے۔ آپ کی نسبت یوں فرمایا :-

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى	لوگو! ہم کو شہاب ستارے کی قسم جب وہ آسمان سے ٹوٹتا ہے۔ کہ تمہارے رفیق محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہ تو راہ

راست سے بھٹکے اور نہ بہکے۔ اور نہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں بلکہ قرآن جو پڑھ کر سناتے ہیں۔ وحی آسمانی ہے۔ جو ان پر نازل ہوتی ہے ٭

اس گمراہی اور کجی کا نام جہل اور ظلم ہے۔ پس گمراہ وہ ہے۔ جو حق کو نہیں پہچانتا۔ اور کجرو وہ ہے۔ جو خواہشات نفسانی کی پیروی کرتا ہے۔ اس آیت میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ بھی بتلا دیا۔ کہ آپ کا کلام ہوائے نفسانی نہیں۔ بلکہ سراسر وحی ہے۔ اس طرح کہ آپ کو علم کے ساتھ متصف کر کے ہوائے نفسانی سے بری کیا ٭

۴۲۔ باطل کے جامع اصول

اس مقام پر باطل کے ان جامع اصول کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے۔ جو سنت کی طرف منسوب ہونے والی جماعتوں نے خود اختراع کئے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ سنت سے خارج ہو کر بڑے بڑے غلط اعمال کی بدعت میں داخل ہو گئے۔ پہلا اصل وہ احادیث ہیں۔ جو ان لوگوں نے

خدا کی صفات کے متعلق روایت کی ہیں۔ اہل السنتہ والجماعتہ کی مسلمہ کتب حدیث میں ان کا وجود نہیں۔ اور ہم قطعی یقین سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ محض کذب اور بہتان بلکہ کفر شنیع ہیں۔ کبھی کبھی یہ لوگ اس قسم کی کفر کی باتیں بیان کرتے ہیں۔ کہ ان کی دلیل میں وہ کوئی حدیث پیش نہیں کر سکتے۔ چنانچہ چند احادیث جو انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ لی ہیں۔ ذیل میں درج کی جاتی ہیں +

۴۳۔حدیث ان اللہ ینزل عشیتہ عرفۃ علی جمل اورق

مثلاً یہ کہ اللہ تعالےٰ نے یوم عرفہ کو پچھلے پہر خاکستری اونٹ پر سوار ہو کر زمین پر نزول کرتا ہے۔ سواروں کے ساتھ مصافحہ۔ اور پیدل چلنے والوں کے ساتھ معانقہ کرتا ہے۔ (ان اللہ ینزل عشیۃ عرفۃ علی جمل اورق یصافح الرکبان ویعانق المشاۃ) یہ بڑے سے بڑا کذب ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول پر باندھا جا سکتا ہے۔ اور ایسا افترا باندھنے والا تمام افترا باندھنے والوں سے بدتر ہے۔ علمائے مسلمین میں سے قطعاً کسی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا۔ بلکہ علمائے مسلمین اور اہل معرفت تمام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے۔ کہ یہ حدیث محض بہتان ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر باندھا گیا ہے۔ ابن قتیبہ اور دیگر علمائے دین کہتے ہیں۔ کہ اس قسم کی حدیثیں کفار اور زندیق لوگوں نے اہل حدیث پر الزام کھڑا کرنے کے لیئے وضع کی ہیں۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اہل حدیث ایسی ایسی باتوں کے قائل ہیں +

۴۴۔حدیث رای رسول اللہ صلعم ربہ یمشی وعلیہ جبۃ صوف

اسی طرح وہ حدیث ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رای ربۃ حین افاض من مزدلفۃ یمشی امام الحجیج وعلیہ جبۃ صوف۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ سے

روانہ ہوتے وقت خدا کو کالا جبّہ پہنے ہوئے دیکھا۔ کہ حاجیوں کے آگے جا رہا ہے۔ اس قسم کے اور بہت سے بہتان اور افترا ہیں جو ان لوگوں نے اللہ پر باندھ رکھے ہیں۔ جس کو کچھ بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے متعلق علم ہے۔ وہ ایسی باتوں کے بیان کرنے کی ہرگز جراءت نہیں رکھتا۔ وہ حدیث بھی علی ہذا القیاس تمام علماء کے نزدیک غلط ہے۔ جس میں آیا ہے۔ کہ ان اللہ یمشی علی الارض فاذا کان موضع خضرۃ قالوا ھذا موضع قدمیہ۔ یعنی اللہ عز وجل زمین پر چلتا ہے۔ جہاں کہیں یہ لوگ سرسبز زمین پاتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ یہ اللہ کے قدموں کے نشان ہیں۔ اور اس کی تائید میں یہ آیت پڑھتے ہیں۔ فَانْظُرْ اِلٰٓی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا۔ اللہ کی رحمت کی نشانیوں کو دیکھو۔ کہ وہ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے۔ رحمت کی نشانیوں سے مراد اللہ کے قدموں کے نشان نہیں۔ بلکہ وہ نباتات ہے۔ جو اللہ کی رحمت یعنی بارش کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اللہ نے لفظ اٰثار رحمۃ اللہ فرمایا۔ نہ کہ خطی اللہ۔ جس کے معنی اللہ کے قدم ہیں۔ الغرض بہت سی ایسی موضوع حدیثیں ملتی ہیں۔ جن میں بعض میں لکھا ہوتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے طواف کرتے ہوئے اللہ کو دیکھا۔ بعض میں آیا ہے۔ کہ مکہ کے باہر اور بعض روایات کے مطابق مکہ کی گلیوں میں دیکھا۔ اس قسم کی تمام حدیثیں غلط ہیں۔ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس زمین پر پروردگار کو ظاہری آنکھوں سے دیکھنا ثابت ہوتا ہے۔ تمام اہل اسلام اور ان کے علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ علمائے مسلمین میں سے کسی نے نہ ایسی بات کہی اور نہ کسی نے ان سے ایسا روایت کیا۔

۴۵۔ کیا رسول اللہ صلعم نے شب معراج میں اللہ تعالےٰ کو دیکھا

صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ کہ آیا آپ نے شب معراج میں اللہ تعالےٰ کو دیکھا یا نہیں۔ ابن عباسؓ اور اکثر علمائے اہل السنۃ کے نزدیک

کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ حضرت عائشہؓ اور علما کی ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے اس بارہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی کچھ بھی منقول نہیں۔ نہ ہی انہوں نے آپ سے اس کے متعلق کچھ دریافت کیا ۔

اور یہ جو حدیث بیان کی جاتی ہے۔ کہ جب اس کے متعلق حضرت ابوبکرؓ نے آپ سے سوال کیا۔ تو آپ نے جواب میں "ہاں" فرمایا۔ اور عائشہؓ کو نفی میں جواب دیا تو یہ سراسر غلط اور موضوع ہے۔ علما کا اس پر اتفاق ہے۔ اسی وجہ سے قاضی ابویعلیٰ نے ذکر کیا ہے۔ کہ امام احمدؒ سے اس بارہ میں مختلف روائتیں منقول ہیں۔ ایک میں یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ دوسری میں ہے۔ کہ دل کی آنکھوں سے دیکھا۔ تیسری میں کہا۔ کہ دیکھا ہے۔ مگر یہ ذکر نہیں کیا۔ کہ ظاہری آنکھوں سے یا دل کی آنکھوں سے ۔

۴۶۔ حدیث رایت ربی فی صورۃ کذا وکذا

البتہ وہ حدیث جسے اہل علم نے ابن عباسؓ اور ام الطفیلؓ وغیرہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو اچھی صورت میں دیکھا ہے۔ (رایت ربی فی صورۃ کذا وکذا) اور جس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا اور میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ تو اس حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں۔ لیکن یہ معراج کے متعلق نہیں۔ یہ تو اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب آپ مدینہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اس لئے کہ اس میں منقول ہے۔ کہ ایک مرتبہ آپ سوئے رہے۔ اور صبح کی نماز میں دیر ہوگئی۔ جب بیدار ہوئے۔ تو گھر سے باہر نکل کر لوگوں کے سامنے آئے۔ اور فرمایا۔ کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ اس حدیث کے راوی مثلاً ام الطفیلؓ وغیرہ ایسے لوگ ہیں۔ جنھوں نے مکہ میں نہیں۔ بلکہ مدینہ میں آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ اور معراج کا واقعہ جیساکہ قرآن اور متواتر حدیث اور اہل علم کا اتفاق ہے۔ مکہ میں پیش آیا۔ چنانچہ فرمایا۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى۔ یعنی وہ خدائے پاک ہے۔ جو اپنے بندے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو راتوں رات مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک لے گیا۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس حدیث میں ایک خواب کا واقعہ ہے۔ جو مدینہ میں پیش آیا۔ نہ بیداری کا۔ جیسا کہ اس روایت کے متعدد طریقوں میں اس کی تفسیر آگئی ہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے۔ کہ انبیاءؑ کا خواب بھی وحی کا حکم رکھتا ہے۔ باایں ہمہ یہ وہ واقعہ نہیں جو بحالت بیداری شب معراج میں پیش آیا۔ تو تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ زمین پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خدائے تعالٰے کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ علیٰ ہٰذا القیاس اللہ تعالٰے کا زمین پر اترنا بھی بالکل غلط ہے +

۴۷۔ حدیث اِنَّ اللّٰہ یدنو عشیہ عرفہ

اس بارہ میں صحیح احادیث صرف یہی ہیں۔ کہ ان اللہ ید نوا عشیۃ عرفۃ وفی روایۃ الی سماء الدنیا کل لیلۃ حین یبقی ثلث اللیل الاٰخر فیقول من یدعونی فاستجیب لہ من یسالنی فاعطیہ من یستغفرلی فاغفرلہ۔ یعنی اللہ تعالٰے یوم عرفہ کو پچھلے پہر قریب ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ ہر رات کے آخری تیسرے حصہ میں پہلے آسمان کے قریب ہوتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ کون ہے۔ جو مجھ سے دعا مانگے۔ تاکہ میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے۔ تاکہ میں اس کا سوال پورا کروں۔ اور کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے۔ کہ میں اس کے گناہ بخشوں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰے یوم عرفہ کو پچھلے پہر پہلے آسمان پر آکر اہل عرفہ کے متعلق فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہوا فرماتا ہے۔ کہ میرے بندوں کو دیکھو۔ کس طرح پراگندہ بال بناکر اور غبار آلودہ ہو کر آئے ہیں۔ یہ کیا چاہتے ہیں۔ اسی طرح ایک حدیث شعبان کے مہینے کی درمیانی رات کے بارہ میں بھی ہے۔ بشرطیکہ صحیح ہو۔ کیونکہ اس کی صحت کے متعلق اہل علم نے گفتگو کی ہے +

۴۸۔ حدیث حرا۔ نزول اور فترۃ وحی

اور وہ حدیث جس میں آیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غار حرا سے اترے تو اللہ تعالےٰ زمین اور آسمان کے درمیان ایک کرسی پر آپ کے سامنے ظاہر ہوُا۔ باتفاق اہل علم غلط ہے۔ بلکہ صحاح میں ہے۔ کہ آپ کے سامنے جو شئے ظاہر ہوئی تھی۔ یہ تو وہی فرشتہ تھا۔ جو پہلی مرتبہ آپ کے پاس حرا میں ظاہر ہوُا۔ اور آپ سے کہا۔ پڑھ۔ آپ نے ان پڑھ ہونے کا عذر پیش کیا۔ اس پر فرشتے نے آپ کو پکڑ کر اس قدر دبایا۔ کہ آپ کو حد درجہ کی مشقت محسوس ہوئی۔ پھر کہا۔ پڑھ۔ آپ نے وہی عذر پیش کیا پھر بدستور سابق دبایا اور کہا۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔

اپنے پروردگار کا نام لے کر قرآن پڑھ۔ جس نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے بنایا۔ قرآن پڑھ اور خدا پر بھروسہ رکھ۔ کہ تیرا پروردگار بڑا اکریم ہے۔ جس نے آدمی کو قلم کے ذریعہ سے علم سکھلایا۔ اس نے وحی کے ذریعہ سے بھی انسان کو وہ باتیں سکھلائیں۔ جو اسے معلوم نہ تھیں ✦

یہ تو اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب کہ پہلی مرتبہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ اس کے بعد فترۃ وحی کے متعلق بیان کرتے کرتے آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک دن جا رہا تھا۔ ناگاہ میں نے ایک آواز سُنی۔ اوپر نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہی فرشتہ جو حرا میں میرے پاس آیا تھا۔ آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوُا ہے۔ یہ حدیث حضرت جابرؓ سے صحیحین میں اسی طرح آئی ہے۔ اور اس میں صاف تصریح ہے۔ کہ آپ نے فرشتہ کو دیکھا تھا جو پہلی دفعہ حرا میں آپ کے پاس آیا تھا۔ نہ کہ خدائے تعالےٰ کو۔ اور اس میں یہ بھی ہے۔ کہ آپ اس سے ڈر بھی گئے تھے۔ اس میں جو بعض لوگوں کو غلطی لگی ہے۔ تو اس وجہ سے کہ بعض روایات میں مَلِک کا لفظ لام کے کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔ جس سے یہ وہم پیدا ہو گیا ہے۔ کہ مَلِک سے مراد خدا ہے۔ مگر یہ روایت غلط اور باطل ہے ✦

۴۹۔حدیث دجال

الغرض باتفاق علمائے اہل حدیث وغیرہم وہ تمام حدیثیں غلط ہیں۔جن میں آیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھا ہے۔یا یہ کہ اللہ تو آپ کی خاطر زمین پر اتر آیا۔یا یہ کہ جنت کے باغ اللہ کے قدموں کے نشان ہیں۔یا یہ کہ اس نے بیت المقدس کے پتھر پر اپنا قدم رکھا۔

اسی طرح جو شخص یہ دعوےٰ کرے۔کہ اس نے خدا کو موت سے پہلے اسی دنیا کی زندگی میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔تو اس کا یہ دعوےٰ باتفاق علمائے اہل السنۃ والجماعۃ غلط ہے۔کیونکہ ان کا اس بات پر اجماع ہے۔کہ کوئی ایماندار اپنی موت سے پہلے آنکھوں کے ساتھ خدا کو نہیں دیکھ سکتا۔چنانچہ دجّال والی حدیث جو صحیح مسلم میں نواس بن سمعانؓ سے روایت کی گئی ہے۔اس پر شاہد ہے۔قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واعلموا ان احداً منکم لن یریٰ ربہ حتیٰ یموت۔یعنی جان لو۔کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے رب کو موت سے پہلے نہیں دیکھ سکیگا یہ دجال والی حدیث مختلف طریق سے روایت کی گئی ہے۔ہر ایک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو فتنہ دجال سے ڈرایا ہے۔اور یہ بات واضح کر دی ہے۔کہ اگر تم دجال کو دیکھو۔تو ہرگز گمان نہ کرو۔کہ یہ خدا ہے۔اس لئے کہ کوئی شخص بھی موت سے پہلے خدا کو نہیں دیکھ سکیگا۔

۵۰۔مشاہدہ اور وجدان

یہاں پر اگر سوال کیا جائے۔کہ عبادت الٰہی کا نتیجہ اگر دنیا میں دیدار الٰہی نہیں ہے تو اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔جس کے ساتھ اس کے عبادت گذار بندوں کے دل مطمئن ہوں۔تو اس کا جواب یہ ہے۔کہ دنیا میں اہل یقین اور اللہ کے عبادت گذار بندوں کو بعض چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔مثلاً معرفت الٰہی۔یقین قلب

اور اس کے مشاہدات اور تجلیات۔ اور ان کے الگ الگ مدارج اور مراتب ہیں۔ جیسا کہ جبرئیلؑ والی حدیث میں ہے۔ کہ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ احسان کسے کہتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ احسان یہ ہے۔ کہ ان تعبد اللہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك۔ یعنی تو اللہ کی عبادت اس طرح خشوع و خضوع کے ساتھ کرے گویا کہ تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو۔ تو کم از کم یہ خیال تو دل میں ضرور ہو۔ کہ اللہ تعالٰی تجھے دیکھ رہا ہے۔

۵۱۔ خواب میں اللہ تعالٰی کو دیکھنا ممکن ہے

ہاں یہ بات ہے۔ کہ ایماندار شخص اپنے رب کو اپنے ایمان اور یقین کے مطابق مختلف صورتوں پر دیکھتا ہے۔ اگر اس کا ایمان صحیح ہے۔ تو اچھی صورت میں اور اگر اس میں کچھ نقص ہے۔ تو اسی کے مطابق ناقص صورت میں دیکھتا ہے۔ اور جو چیز خواب میں دکھلائی دیتی ہے۔ اسے وہ صریح حکم نہیں دیا جا سکتا۔ جو حالت بیداری میں حقیقی طور پر دکھلائی دینے والی چیزوں کو دیا جا سکتا ہے۔ خواب میں اصلی واقعات نہیں دکھلائی دیتے البتہ ان کی مثالیں اور نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے اصلی واقعات کی تاویل اور تعبیر ہو سکتی ہے۔

۵۲۔ رویت کی بجائے جو دوسری چیز حاصل ہوتی ہے

علاوہ بریں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ بعض لوگوں کو حالت بیداری میں بھی بعض چیزیں دکھلائی دیتی ہیں۔ جیسے کہ سونے والوں کو نیند میں نظر آتی ہیں۔ گویا وہ اپنے دل میں عالم بیداری میں ہی خواب کی سی کیفیت محسوس کرنے لگ جاتے ہیں۔ کبھی کبھی انسان پر حقائق اشیا اس صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ کہ وہ ان کا دل سے مشاہدہ کرتا ہے۔ بس اتنی باتیں تو دنیا میں رہ کر بھی معلوم ہو سکتی ہیں۔ کبھی کبھی انسان کا دل کسی چیز کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اس کے حواس اس صورت کو اس طرح ضبط

کر لیتے ہیں۔ کہ وہ مشاہدہ قلبی اس انسان پر غالب آجاتا ہے۔ تو اُسے گمان ہونے لگتا ہے۔ کہ اس نے اپنی آنکھوں سے اس چیز کا مشاہدہ کیا۔ لیکن جب اس عالم فنا سے قدرے باہر نکلتا ہے۔ تو اسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تو ایک قسم کی نیند کی حالت تھی۔ اور کبھی کبھی اس بیہوشی میں انسان سمجھ بھی لیتا ہے۔ کہ وہ بیہوشی میں ہے۔ تو عبادت گذار آدمی پر جو دلی مشاہدہ اس قدر غالب آجاتا ہے۔ کہ وہ اپنے حواس کے شعور سے یک لخت فنا ہو جاتا ہے۔ اور گمان کرنے لگتا ہے۔ کہ یہ مشاہدہ عینی ہے۔ تو یہ اس کا گمان غلط ہوتا ہے۔ متقدمین یا متاخرین میں سے اگر کسی نے اس قسم کا کوئی دعوے کیا کہ اس نے اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھا۔ تو اس کا دعوے اہل علم اور ایمان کے اجماع سے باطل ہے +

۵۳۔ عرصات قیامت اور جنت میں اللہ کا دیدار ہو گا

ہاں۔ اللہ تعالیٰ کو آنکھوں کے ساتھ دیکھنا بھی اہل ایمان کو جنت میں اور عام لوگوں کو عرصات قیامت میں نصیب ہو گا۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث اس بارہ میں آئی ہیں۔ فرمایا۔

انکم سترون ربکم کما ترون الشمس فی الظهيرة ليس دونها سحاب و کما ترون القمر ليلة البدر صحوا ليس دونه سحاب	تم اپنے رب کو عنقریب اس طرح دیکھو گے جس طرح صاف آسمان میں دوپہر کے سورج کو دیکھتے ہو۔ اور جیسا کہ چودھویں رات کا چاند آسمان پر تم کو نظر آتا ہے جب

کہ اس کے سامنے بادل نہ ہوں۔ نیز فرمایا۔

جنات الفردوس اربع۔ جنتان من ذهب آنيتهما و حليتهما و ما فيهما و جنتان من فضة آنيتهما و حليتهما و ما فيهما و ما بين القوم وبين ان ينظروا الى ربهم الا رداء الكبرياء على وجهه فی	جنت فردوس چار ہیں۔ جن میں دو جنتوں کے برتن اور زیور اور جو کچھ ان میں ہے۔ سب سونے کا ہے۔ اور باقی دونو کے برتن اور زیور اور جو کچھ ان میں ہے۔ سب چاندی کا ہے۔ بندوں کے درمیان اور دیدار الٰہی کے

جنۃ عدن درمیان اگر کوئی چیز حائل ہے تو کبریائی کی چادر ہے۔ جو اس کے چہرہ پر جنت عدن میں ہے۔ اور فرمایا۔

اذا دخل اھل الجنۃ الجنۃ نادی مناد یا اھل الجنۃ ان لکم عند اللہ موعدا یرید ان ینجزکموہ فیقولون ما ھو۔ الم یبیض وجوھنا ویثقل موازیننا و یدخلنا الجنۃ ویجرنا من النار فیکشف الحجاب فینظرون الیہ فما اعطاھم شیئا احب الیھم من النظر الیہ وھی الزیادۃ	جب جنت والے جنت میں داخل ہونگے۔ تو ایک پکارنے والا پکاریگا۔ کہ اے اہل جنت! اللہ کے ہاں تمہارا ایک وعدہ ہے۔ وہ اسے پورا کرنا چاہتا ہے۔ کہینگے وہ کیا ہے۔ جبکہ اس نے ہمارے چہروں کو بھی روشن کیا۔ ہمارے تول بھی بھاری کر دئے۔ اور ہمیں جنت میں داخل کیا۔

اور دوزخ سے بچا لیا۔ تو اور کونسا وعدہ ہے جو اس کے ذمے باقی رہ گیا ہے اس پر اللہ تعالے حجاب اٹھا لیگا۔ تو لوگ اُسے دیکھنے لگینگے۔ اس وقت وہ محسوس کرینگے کہ اللہ تعالے نے جس قدر نعمتیں انہیں پہلے عطا فرمائی تھیں۔ ان سے کہیں بڑھ کر نعمت دیدار الٰہی ہے۔ جس کا دوسرا نام قرآن شریف میں زیادۃ آیا ہے۔

یہ احادیث کتب صحاح میں موجود ہیں۔ اور ان کی صحت اور قبولیت پر ائمہ سلف کا اتفاق ہے۔

۵۴۔ رویت باری تعالےٰ میں افراط اور تفریط

رویت باری تعالےٰ کے ثبوت میں جو احادیث اوپر بیان ہوئیں۔ ان کی تکذیب یا تحریف سوائے جہمیّہ اور ان کے متبعین۔ معتزلہ۔ رافضہ وغیرہم کے جو خدا کی صفات اور اس کی رویت کے منکر ہیں۔ اور کوئی فرقہ نہیں کرتا۔ اور یہ دراصل معطّلہ ہیں۔ جو اشرِ مخلوقات میں سے ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا دین ان دونو جماعتوں کی تکذیب اور غلو کے درمیان ہے۔ پہلی جماعت ان تمام باتوں کا انکار کرتی ہے۔ جو آخرت میں دیدار الٰہی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ دوسری جماعت کا دعوےٰ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا دیدار انسانی آنکھوں کے ساتھ دنیا میں ہو

سکتا ہے۔اور یہ دونو باطل ہیں۔جو لوگ اسے دنیا میں اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھنے کا دعوے کرتے ہیں۔وہ سب گمراہ ہیں۔جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔اور اگر اس سے ایک درجہ اور بڑھ کر یہ کہنے لگیں۔کہ وہ اللہ تعالےٰ کو خاص صورتوں مثلاً کسی نیک آدمی یا بے ریش انسان یا کسی بادشاہ وغیرہ کی صورت میں دیکھتے ہیں۔تو اس صورت میں ان کا کفر اور گمراہی اور بھی بڑھ جائیگی۔اور ایسا خیال کرنے میں نصارے سے بھی بدتر ہونگے۔جو کم از کم یہ تو مانتے ہیں۔کہ انہوں نے اللہ کو پیغمبر یعنی عیسےٰؑ بن مریمؑ کی صورت میں دیکھا۔بلکہ یہ لوگ آخری زمانہ کے دجال کے پیروؤں سے بھی بدتر ہیں۔جو لوگوں کے سامنے ربوبیت کا دعوے کریگا۔آسمان کو حکم کریگا۔تو برسنے لگیگا۔زمین سبزی اگائیگی۔اور اجڑی زمین کو حکم دیگا۔کہ اپنے خزانے نکال کر باہر پھینک دے۔تو وہ ایسا ہی کریگی۔اور یہ وہی چیز ہے۔جس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ڈرایا۔اور فرمایا کہ آدمؑ کی پیدائش سے لیکر قیامت تک کوئی فتنہ بھی اس فتنہ سے بڑھکر نہیں۔التحیات میں چار چیزوں سے پناہ مانگنے کی دعا سکھلائی :-

اللّٰھم انی اعوذ بك من عذاب جھنم واعوذ بك من عذاب القبر و اعوذ بك من فتنة المحیا والممات واعوذ بك من فتنة المسیح الدجال	اے اللہ۔ میں جہنم سے۔عذاب قبر سے۔زندگی اور موت کے فتنہ سے۔اور خاص کر کے مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں +

دجال ربوبیت کا دعوے کریگا۔چند شبہات پیش کر کے ان لوگوں کو دھوکا دیگا۔حتےٰ کہ اس کی شناخت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمادیا۔کہ وہ کانا ہے۔اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔اور یاد رکھو کہ تم میں سے کوئی شخص بھی اپنے رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکیگا۔کیونکہ آپ کو علم تھا۔کہ بعض آدمی گمراہ ہو جائینگے۔اور اس عقیدہ کے قائل ہو جائینگے۔کہ ربّ کو دنیا میں بصورت بشر دیکھ لیا جا سکتا ہے۔اس لئے امت کے سامنے دو ظاہر علامتیں ذکر کر دیں۔جنہیں ہر شخص پہچان لیگا۔جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے۔انہیں حلولیہ اور اتحادیہ بھی کہا جاتا ہے +

۵۵۔ فرقۂ حلولیّہ اور اتّحادیّہ

حلول اور اتّحاد کے قائل دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک قسم وہ ہے۔ جو خدائے تعالےٰ کو چند مخصوص اور مقدس ہستیوں میں حلول کیا ہوا مانتے ہیں۔ مثلاً نصاریٰ کے اعتقاد میں خدائے تعالےٰ عیسےٰؑ میں اور شیعہ کے نزدیک علیؓ میں حلول کئے ہوئے ہے۔ کسی قوم کے نزدیک بعض مشائخ میں۔ کسی کے نزدیک بادشاہوں میں۔ اور کسی کے نزدیک اور پاکیزہ صورتوں میں حلول کئے ہوئے ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس یہ لوگ اللہ کے متعلق طرح طرح کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ جو عیسائیوں کے اقوال اور اعتقادات سے بھی بُرا ہے +

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے۔ جو خدائے تعالےٰ کا حلول اور اتحاد صرف خاص خاص مقدس ہستیوں میں منحصر نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہر مخلوق میں۔ یہاں تک کہ کتوں۔ سوروں۔ اور ہر قسم کی پلید چیزوں میں اس کا حلول مانتے ہیں۔ چنانچہ جہمیہ اور انکے متبعین اتحادیہ مثلاً ابن عربی۔ ابن سبعین۔ ابن الفارض تلمسانی۔ بلیانی وغیرہم کے پیروؤں کا بھی یہی اعتقاد ہے +

۵۶۔ راہِ توسّط

حالانکہ تمام انبیا علیہم السلام۔ ان کے تابعدار مومنین۔ اور اہل کتاب کا مذہب یہ ہے۔ کہ اللہ تمام جہانوں کا خالق ہے۔ آسمان۔ زمین اور اُن کے مابین تمام اشیا کا اور عرش عظیم کا رب ہے۔ تمام مخلوق اس کے بندے ہیں اور اس کی طرف محتاج ہیں۔ اور اللہ تبارک و تعالےٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے۔ اور مخلوق سے بالکل الگ ہے۔ تاہم علم اور قدرت کے لحاظ سے ہر جگہ ان کے ساتھ ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:-

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا وَهُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔

وہی قادر مطلق ہے۔ جس نے چھ دن میں آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر عرش بریں کے اوپر ہو گیا۔ جو چیزیں زمین میں داخل ہوتی ہیں۔ اور جو چیزیں باہر آتی ہیں۔ اور جو چیز آسمان سے اترتی اور جو چیز آسمان کی طرف چڑھتی ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ اور تم لوگ کہیں بھی ہو۔ وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کچھ تم کیا کرتے ہو۔ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے ۔

۵۷۔ تعزیر فرقہ حلولیہ

جس شخص کا عقیدہ ہے۔ کہ اس نے رب کو آنکھوں سے دیکھا۔ یا جس کا خیال ہے۔ کہ اُس نے اس کے ساتھ ہمنشینی یا بات چیت کی۔ اور اس کے ساتھ لیٹا۔ یا کبھی کوئی شخص فرض کر لیتا ہے۔ کہ اللہ فلاں آدمی یا فلاں لڑکے میں حلول کئے ہوئے ہے۔ اور میں نے اس کے ساتھ کلام کیا ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے لوگ گمراہ اور کافر ہیں۔ انہیں توبہ پر مجبور کیا جائے۔ اگر ان عقائد سے توبہ کر لیں تو بہتر۔ ورنہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ ان لوگوں کا کفر تو یہود اور نصاریٰ سے بھی بڑھ کر ہے۔ جو کہتے ہیں۔ مسیحؑ ہی خدا ہے۔ کیونکہ مسیحؑ رسول ہیں۔ دنیا اور آخرت دونو جگہ اللہ کے ہاں معزز اور مقرب ہیں۔ جن لوگوں کا عقیدہ ہے۔ کہ مسیحؑ خود اللہ ہے۔ اور اللہ نے اس میں حلول کیا ہے۔ یا اللہ کا بیٹا ہے۔ جب اللہ نے انہیں بھی کافر کہا ہے۔ اور نہ صرف کافر۔ بلکہ بہت بڑے کافر۔ چنانچہ فرمایا۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا۔ لَقَدْ جِئْتُمْ شَیْئًا اِدًّا۔ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا۔ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا۔ وَمَا یَنْبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ

اور بعض لوگ قائل ہیں۔ کہ خدائے رحمان بیٹا رکھتا ہے۔ اے پیغمبران سے کہو کہ یہ تم ایسی بڑی سخت بات اپنی طرف سے گھڑ کر لائے جس کی وجہ سے عجب نہیں۔ آسمان پھٹ پڑیں

اَنۡ یَّتَّخِذَ وَلَدًا ۔ اِنۡ کُلُّ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا	اور زمین شق ہو جائے ۔ اور پہاڑ ریزے ریزے ہوکر گر پڑیں ۔ کہ لوگوں نے خدائے

رحمان کے لئے بیٹا قرار دیا ۔ حالانکہ خدائے رحمان کو شایاں ہی نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے ۔ جتنی مخلوقات آسمان وزمین میں ہے ۔ سبھی تو قیامت کے دن خدائے رحمان کے آگے اس کے غلام بن کر حاضر ہونگے ۔

تو اس شخص کا کیا حال ہے ۔ جو ہر نیک و بد میں اس کا وجود مانتا ہے ۔ یہ روافض کے فرقہ سے بھی بدتر ہے ۔ جو علیؓ یا دیگر اہل بیت کی تعظیم میں اس حد تک پہنچ گیا ہے ۔ کہ وہ اسے اللہ کہنے لگا ہے ۔ یہی تو وہ زندیق لوگ ہیں ۔ جن کو حضرت علیؓ نے آگ سے جلا دیا ۔ باب کندہ کے پاس حکم دیا ۔ کہ ان کے لئے خندقیں کھودی جائیں ۔ اور انہیں تین دن کی مہلت دی کہ اس اثنا میں اپنے عقیدہ سے باز آجائیں ۔ جب وہ باز نہ آئے ۔ تو انہیں خندقوں میں ڈال کر تمام کو آگ سے جلا دیا ۔ تمام صحابہ کرامؓ نے ان کے قتل پر اتفاق کیا ۔ مگر ابن عباسؓ نے اسی قدر اختلاف کیا ۔ کہ ان کی رائے تھی ۔ کہ تلوار سے قتل کئے جائیں ۔ جلائے نہ جائیں ۔ یہی اکثر علماء کا مذہب ہے ۔ اور اس فرقہ کا پورا قصہ علما کو یاد ہے ۔

۵۔ مشائخ کے بارہ میں غلو

اسی طرح بعض مشائخ مثلاً شیخ عدی یونس القتی اور حلاج وغیرہ کے بارہ میں بھی یہی غلو پایا گیا ہے ۔ بلکہ حضرت علیؓ اور حضرت عیسٰیؑ کے متعلق بھی ایسا اعتقاد رکھا جاتا ہے ۔ تو جو شخص کسی بزرگ زندہ یا مردہ مثل علیؓ یا شیخ عدیؒ وغیرہ یا اس شخص کے بارہ میں غلو کرے ۔ جس کو وہ صالح سمجھتا ہو ۔ مثلاً حلاج یا حاکم مصری یا یونس قتی وغیرہ اور اس بزرگ میں درجہ الوہیت کا خیال اور مندرجہ ذیل کلمات شرک پر اعتقاد رکھتا ہو ۔ اسے توبہ کے لئے مجبور کیا جائے ۔ اگر توبہ کرے تو بہتر ۔ ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے ۔ اس لئے کہ اللہ نے پیغمبروں کو صرف اس لئے بھیجا ۔ اور ان پر اسی لئے کتابیں نازل کیں ۔ کہ ہم لوگ صرف اکیلے رب کی عبادت کریں ۔ اور اس

کے خصائص ربوبیت میں کسی کو شریک نہ کریں۔ اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود کھڑا نہ کریں +

۵۹۔ چند کلمات شرک

اور مذکورہ بالا کلمات شرک یہ ہیں :-

(۱) جو رزق مجھے مل رہا ہے۔ اگر اس میں کوئی چیز ایسی بھی ہے۔ جو مجھے فلاں پیر سے نہیں ملتی۔ تو میں اسے قبول نہیں کرتا +

(۲) بکری ذبح کرتے وقت بجائے بسم اللہ کے بسم سیدی کہنا۔ یعنی میں اپنے پیر کا نام لے کر ذبح کرتا ہوں +

(۳) شیخ کو سجدہ وغیرہ کرکے اس کی عبادت کرنا +

(۴) شیخ کو مغفرت۔ رحمت۔ رزق وغیرہ کے لئے پکارنا۔ مثلاً یہ کہنا۔ کہ اے فلاں سید! مجھے بخش۔ مجھ پر رحم کر۔ میری مدد کر۔ مجھے رزق دے۔ میری فریاد کو پہنچ۔ مجھے پناہ دے +

(۵) شیخ کو کہنا۔ کہ توکلت علیك (میں نے تجھ پر توکل کیا)۔ انت حسبی اور انا فی حسبك (تو مجھے کافی ہے) +

(۶) مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ اسی قسم کی اور بہت سی باتوں کا قائل ہونا۔ جو صرف اللہ کے ساتھ خاص ہیں۔ کیونکہ یہ تمام گمراہی اور شرک کی باتیں ہیں +

۶۰۔ موجودہ زمانہ کے مشرکین زمانۂ رسالت کے مشرکین کے برابر ہیں

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ جو لوگ اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں۔ مثلاً سورج۔ چاند۔ ستارے۔ حضرت عزیرؑ۔ حضرت عیسیٰؑ۔ ملائکہ۔ لات۔ عزیٰ۔ منات۔ یغوث۔ یعوق۔ نسر وغیرہ کو بھی پکارتے تھے۔ ان کا عقیدہ یہ ہرگز نہیں تھا

کہ وہ مخلوق کو پیدا کرتے۔ بارش اتارتے۔ یا سبزی اگاتے تھے۔ بلکہ وہ انبیا۔ ملائکہ۔ ستاروں۔ جنوں اور انکی مورتوں یا تصویروں یا اُن کی قبروں کی پرستش صرف اس لئے کرتے تھے۔ کہ وہ انہیں تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ یعنی ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں۔ کہ خدا سے ہم کو نزدیک کر دیں ان کا اعتقاد تھا۔ کہ وہ خدا کے ہاں ان کی سفارش کرینگے۔ يَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ۔ یعنی مشرکین کہتے ہیں۔ کہ ہمارے یہ معبود اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بھیجا۔ کہ لوگوں کو اس بات سے منع کریں۔ اور بتلادیں۔ کہ کوئی شخص کسی کو سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ پکارے نہ عبادت کے طور پر اور نہ فریاد کے طور پر۔ چنانچہ فرمایا۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا۔	اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو۔ کہ خدا کے سوا جن معبودوں کو تم شریک خدائی سمجھتے ہو حاجت پڑے پر اُن کو بلا دیکھو۔ تو یہ تمہارے معبود نہ تو تم سے تکلیف کو دور کر سکینگے۔ اور نہ اس کو بدل سکینگے۔ یہ لوگ جن کو مشرکین حاجت روا سمجھ کر بلاتے ہیں۔ ان میں سے جو دوسروں

کی نسبت زیادہ مقرب ہیں۔ وہ بھی اپنے پروردگار کی اور زیادہ قربت حاصل کرنے کے ذریعے تلاش کرتے ہیں۔ اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اور واقع میں تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے بھی +

سلف کی ایک جماعت سے اس آیت کا شان نزول اس طرح منقول ہے۔ کہ بعض اقوام حضرت عیسےٰؑ اور عزیرؑ اور فرشتوں کو پکارتی تھیں۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ اور فرمایا۔ کہ جن کو تم پکارتے ہو۔ وہ تو اسی طرح میرا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس طرح تم کرتے ہو۔ میری رحمت کے جس طرح تم امیدوار ہو۔ اسی طرح وہ ہیں۔ اور جس طرح تم میرے عذاب سے ڈرتے ہو۔ اسی طرح وہ ڈرتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ	اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ خدا کے سوا جن

لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ۔ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۔

فرشتوں کو تم ایک طرح پر خدائی میں کچھ دخیل سمجھتے ہو۔ ان کو بلاؤ۔ اور تحقیق کرو۔ تو تم کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ وہ نہ تو آسمانوں ہی میں ذرہ بھر اختیار رکھتے ہیں۔ اور نہ زمین میں۔ اور نہ آسمان اور زمین کے بنانے میں ان کا ساجھا ہے۔ اور نہ ان میں سے کوئی خدا کا مددگار۔ اور خدا کے ہاں ان میں سے کسی کی سفارش بھی کسی کے کچھ کام نہیں آتی مگر ہاں اس کے کام آئیگی جس کی نسبت خدا سفارش کی اجازت دے۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں۔ انہیں آسمان و زمین میں ذرہ بھر کا اختیار نہیں۔ نہ ان چیزوں میں ان کی شرکت ہے۔ نہ مخلوق کی طرف سے اللہ تعالےٰ کو کوئی مدد پہنچی ہے۔ اور نہ اس کے دربار میں اس کے اجازت کے بدون سفارش ہی کام آسکتی ہے۔ فرمایا۔

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۔

اور کتنے فرشتے آسمانوں میں بھرے پڑے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آتی۔ مگر خدا جب کسی کی نسبت سفارش کرانا چاہے۔ اور فرشتوں کو سفارش کرنے کی اجازت دے اور ان کی سفارش کو پسند فرمائے۔ نیز فرمایا۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ۚ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۚ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔

کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے سفارشی ٹھیرا رکھے ہیں۔ اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ اگرچہ یہ تمہارے سفارشی کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ کچھ عقل و شعور رکھتے ہوں۔ کیا اس صورت میں بھی تم ان کو اپنا سفارشی ہی مانتے جاؤ گے۔ اور ان لوگوں سے کہو کہ سفارش تو ساری خدا کے اختیار میں ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کی حکومت ہے۔ پھر تم لوگ اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ نیز فرمایا۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ

اور مشرکین خدا کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ تو ان کو کچھ نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ فائدہ۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے یہ

فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ

معبود اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو۔ کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز کے ہونے کی خبر دیتے ہو۔ جس کو وہ نہ تو کہیں آسمانوں میں پاتا ہے۔ اور نہ کہیں زمین میں ۔

صرف ایک اللہ کی عبادت کرنا ہی اصل دین ہے۔ اور یہی توحید ہے۔ جس کی اشاعت کے لئے اللہ تعالےٰ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا۔ اور ان پر کتابیں نازل کیں اللہ نے فرمایا۔

(۱) وَسْئَلْ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۔ (۲) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (۳) وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ

اور اے پیغمبر تم سے پہلے جو ہم نے اپنے رسول بھیجے۔ اُن سے پوچھ دیکھو۔ کیا ہم نے خدائے رحمان کے سوا دوسرے دوسرے معبود ٹھیرا دئے تھے۔ کہ ان کی پرستش کی جائے۔ (۲) اور ہم ہر ایک امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر اس بات کے سمجھانے کے لئے بھیجتے رہے ہیں۔ کہ لوگو۔ خدا کی عبادت کرو اور شیطان سرکش کے اغوا سے بچتے رہو۔ (۳) اور اے پیغمبر ہم نے تم سے پہلے جب کبھی کوئی رسول بھیجا۔ تو اس پر ہم یہی وحی نازل کرتے رہے ہیں کہ ہمارے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ تو لوگو۔ ہماری ہی عبادت کرو ۔

۱۶۔ اثبات توحید میں حد درجہ کی کوشش کرنا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امت کو اس طرح کھول کھول کر توحید کی تعلیم دیتے۔ اور اس کے ثابت کرنے میں اس طرح احتیاط اور کوشش فرماتے۔ کہ اس کے خلاف چھوٹی چھوٹی باتوں پر دار وگیر فرماتے۔ ایک شخص نے آپ کے سامنے اتنا ہی کہا۔ کہ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ یعنی جو کچھ اللہ اور آپ کی مرضی ہوگی۔ وہ ہوگا۔ اس پر آپ نے فرمایا اَجَعَلْتَنِيْ لِلّٰهِ نِدًّا۔ بَلْ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ۔ یعنی کیا تم نے مجھے خدا کا شریک بنا دیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ جو کچھ خدائے تعالےٰ اکیلا چاہیگا۔ وہ ہوگا۔ نیز فرمایا۔

لا تقولوا ماشاء اللہ وشاء محمدؐ ولکن ماشاء اللہ ثم ماشاء محمد۔ یعنی یوں مت کہا کرو۔ کہ جو اللہ اور محمدؐ چاہے وہ ہوگا۔ بلکہ اس طرح کہا کرو۔ کہ جو اللہ نے چاہا اور اس کے بعد محمدؐ نے چاہا۔ وہ ہوگا۔ علیٰ ہٰذا القیاس غیراللہ کی قسم کھانے سے منع فرمایا۔ اور کہا۔ کہ من کان حالفًا فلیحلف باللہ اولیصمت جو شخص قسم کھائے تو چاہیے کہ صرف اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔ نیز فرمایا وقال من حلف بغیراللہ فقد اشرك کہ غیراللہ کی قسم کھانا شرک ہے +

اور فرمایا۔

لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسے ابن مریم انما انا عبد فقولوا عبد اللہ ورسولہ

جس طرح نصارے نے عیسیٰؑ ابن مریمؑ کی مدح میں اس قدر مبالغہ کیا کہ انہیں ابن اللہ کہنے لگے۔ تم میری تعظیم میں اس درجہ زیادتی نہ کرنا۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں۔ تم مجھے عبداللہ اور رسول اللہ کہا کرو۔ اس لئے علمانے اس بات پر اتفاق کیا ہے۔ کہ کسی کے لئے بھی جائز نہیں۔ کہ مخلوق میں سے کسی چیز کی مثلاً کعبہ وغیرہ کی قسم کھائے +

۶۲۔ سجود لغیراللہ

پھر آپؐ نے اپنے آپ کو سجدہ کرنے سے بھی منع فرمایا۔ ایک مرتبہ ایک صحابی نے آپؐ کو سجدہ کرنا چاہا۔ تو آپ نے منع کیا اور فرمایا۔ کہ لا یصلح السجود الا للہ ولو کنت اٰمرا احدًا ان یسجد لاحد لاَمرتُ المرأۃ ان تسجد لزوجھا یعنی اللہ کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں۔ اگر میں غیراللہ میں سے کسی چیز کے آگے سجدہ کرنے کو کہتا۔ تو بیوی کو حکم کرتا۔ کہ خاوند کو سجدہ کرے۔ معاذؓ بن جبل ایک دفعہ آپ نے پوچھا۔ کہ ارایت لو مررت بقبری اکنت ساجدا لہ قال لا۔ قال فلا تسجد لی۔ یعنی اگر تو میری قبر (روضہ طیبہ) پر گذرے اسے سجدہ کریگا۔ معاذؓ نے کہا۔ کہ نہیں۔ فرمایا۔ تو پھر مجھے مت کرو +

۶۳۔ قبروں کو مسجدیں بنانا

توحید کے استحکام کے لئے آپ نے منع فرما دیا۔ کہ قبروں کو مسجدیں مت ٹھیراؤ۔ چنانچہ مرض موت میں فرمایا۔ لعن اللّٰہ الیہود و النصٰریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد۔ یحذر ما فعلوا۔ اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔ گویا آپؐ اپنی امت کو یہود اور نصاریٰ کے اس فعل سے ڈرا رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ ولولا ذالک لابرز قبرہ ولکن کرہ ان یتخذ مسجدًا۔ یعنی اگر آپ نے امت کو اس بات سے منع نہ کیا ہوتا۔ تو آپ کا روضۂ طیبہ میدان میں کھلے طور پر بنایا جاتا۔ لیکن چونکہ آپ ناپسند کرتے تھے۔ کہ آپ کا روضہ مسجد بنالیا جائے۔ اس لئے حجرہ کے اندر بنایا گیا۔

صحیح حدیث میں آیا ہے۔ کہ آپ نے وفات سے پانچ روز پہلے فرمایا۔

ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور المساجد الا فلا تتخذوا بیتی عیدًا ولا بیوتکم قبورًا وصلوا علیّ حیث ما کنتم فان صلوتکم تبلغنی

جو لوگ تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ وہ قبروں کو مسجدیں بنالیتے تھے۔ تو یاد رکھو کہ تم ہرگز میرے گھر کو میلے کی جگہ نہ بنانا۔ اور نہ اپنے گھروں کو قبریں بنانا۔ تم جہاں کہیں ہو۔ مجھ پر درود پڑھو۔ اس لئے کہ تمہارا درود مجھ کو پہنچ جاتا ہے۔

لہٰذا ائمہ اسلام اس بات پر متفق ہیں۔ کہ قبروں پر مسجدیں بنانا جائز نہیں۔ قبروں کے پاس نماز پڑھنا منع ہے۔ بلکہ اکثر علما کہتے ہیں۔ کہ ان کے قریب کھڑے ہو کر نماز پڑھی جائے تو باطل ہو جاتی ہے۔

۶۴۔ زیارت قبور مسنون ہے

اور زیارت قبور جو مسنون قرار دی گئی ہے۔ تو اس میں وہی غرض مدِ نظر رکھی گئی ہے۔ جو کہ دفن کرنے سے پہلے میت پر نماز جنازہ کے ادا کرنے سے

حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ غرض صرف یہی ہے۔ کہ مردوں کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے منافقین پر نماز جنازہ ادا کرنے سے منع فرمایا۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ۔ اے پیغمبر ان میں سے کوئی مرجائے۔ تو تم ہرگز اس کے جنازے پر نماز نہ پڑھنا۔ اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا اس آیت سے ضمناً یہ بات بھی ثابت ہوگئی۔ کہ مسلمانوں کی قبروں پر کھڑے ہوکر ان کے لئے دعائے مغفرت کرنا جائز ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کو ذیل کی آیت سکھلاتے تھے اور فرماتے تھے۔ کہ قبروں کی زیارت کے وقت اسے پڑھا کرو :۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اہل دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون یرحم اللہ المستقدمین منا ومنکم والمستاخرین نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ اللّٰھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم واغفر لنا ولہم ۔	مومنوں کی بستی والو۔ تم پر سلام ہو۔ اور ہم بھی انشاء اللہ تمہیں ملنے والے ہیں ۔ ہمارے اور تمہارے اگلے اور پچھلے لوگوں پر اللہ رحم کرے۔ ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے عافیت چاہتے ہیں۔ اے اللہ ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ رکھ۔

اور ہم کو ان کے بعد کسی آزمائش میں نہ ڈال اور ہم کو بھی اور ان کو بھی بخش ✦

مذکورہ بالا امور کی ممانعت کی وجہ یہ ہے۔ کہ بت پرستی کا سب سے بڑا سبب یہ رہا ہے۔ کہ لوگوں نے عبادت کے طور پر قبروں کی تعظیم شروع کر دی۔ چنانچہ یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا ۔ یعنی ان لوگوں نے ایک دوسرے کو کہا۔ کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اور نہ ودّ کو چھوڑنا۔ اور نہ سواع کو۔ اور نہ یغوث۔ یعوق اور نسر کو ✦

سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے۔ کہ اسمائے مذکورہ بالا چند نیک آدمیوں کے نام تھے۔ جب وہ مرگئے۔ تو لوگ ان کی قبروں پر مجاور بن کر بیٹھ گئے۔ پھر اُن کی مورتیں تراش لیں۔ اور رفتہ رفتہ ان کی عبادت کرنے لگے ✦

۶۵۔ روضۂ طیبہ نبویہؐ کی زیارت کرتے وقت احتیاط

لہٰذا علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے۔ کہ جب کبھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ طیبہ پر سلام کیا جائے۔ تو آپ کے حجرہ کو تبرکاً ہاتھ نہ لگایا جائے۔ اور نہ اسے بوسہ دیا جائے۔ کیونکہ بوسہ دینا اور اسی قسم کی ساری باتیں بیت الحرام کے ارکان کے ساتھ خاص ہیں۔ تو اس طرح بوسہ وغیرہ دے کر مخلوق کے گھر کو خالق کے گھر کے ساتھ مشابہ کرنا نہ چاہیئے۔ اسی طرح طواف۔ نماز اور عبادات کی بجا آوری کے لئے اکٹھا ہونے کی جگہیں اللہ کے گھر یعنی مساجد ہیں۔ جن کے بلند کرنے اور ان میں اپنا ذکر کیئے جانے کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے۔ تو مخلوق کے گھروں میں جمع ہونے اور وہاں میلہ قائم کرنے کا قصد نہ کیا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا تَتَّخِذُوا بَیْتِی عِیْدًا۔ یعنی میرے گھر کو میلہ گاہ نہ بناؤ +

۶۶۔ انسداد ذرائع شرک

الغرض جہاں جہاں اجتماع کرنے سے منع فرمایا۔ تو ان سب میں توحید کا استحکام اور شرارت کے ذرائع کا انسداد منظور ہے۔ کیونکہ توحید ہی دین کا اصل اور اساس ہے۔ جس کے بغیر اللہ تعالےٰ کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔ گناہ بھی توحید پرستوں ہی کے معاف کرتا ہے۔ مشرکوں کو ہرگز نہیں بخشتا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِیْمًا۔

اللہ اس جرم کو تو معاف نہیں کرتا۔ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک گردانا جائے ہاں اس کے سوا جو گناہ جس کو چاہے۔ معاف کردے۔ اور جس نے کسی کو خدا کا شریک گردانا۔ تو اس نے خدا پر طوفان باندھا۔ جو بہت ہی بڑا گناہ ہے +

۶۷- کلمۂ توحید کی فضیلت دیگر اذکار پر

یہی وجہ ہے۔ کہ تمام کلمات میں کلمۂ توحید سب سے بڑا اور سب سے افضل ہے۔ آیۃ الکرسی بھی باقی تمام قرآنی آیات سے اس لئے افضل ہے۔ کہ اس میں اللہ کی توحید کا پورا بیان ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من کان اٰخر کلامہ لَآ الٰہ الا اللّٰہ دخل الجنۃ۔ یعنی جس شخص کی زندگی کا خاتمہ لَا الٰہ الا اللّٰہ پر ہوگا۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور لفظ اَلٰہ کے معنے وہ ذات ہے۔ جس کے ساتھ انسان دل سے عبادت۔ اعانت حاصل کرنے۔ امید وبیم اور تعظیم وتکریم کے طور پر محبت رکھے۔

۶۸- قرآن مجید کے بارہ میں توسط

منجملہ دیگر معتدل اعمال وعقائد کے جو سنت اور اس کے حاملین اہل السنۃ میں پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے۔ کہ قرآن اور باقی صفاتِ الٰہی کے متعلق وہ اعتقاد رکھا جائے۔ جو نہایت درجہ متوسط اور ہر ایک قسم کے افراط وتفریط سے پاک ہے۔ سلف صالحین اور اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب تو یہ ہے۔ کہ ان القراٰن کلام اللّٰہ منزل غیر مخلوق منہ بَدَاَ والیہ یعود۔ یعنی قرآن اللہ کا کلام ہے۔ جو اس نے نازل کیا۔ یہ مخلوق نہیں ہے۔ اللہ کی طرف سے ہی اس کی ابتدا ہے۔ اور اسی کی طرف اس کی بازگشت ہے۔ سفیانؒ بن عیینہ عمروؒ بن دینار سے جو ایک محقق تابعی ہیں۔ نقل کرتے ہیں۔ کہ میں تو لوگوں سے ہمیشہ یہی سنتا آیا ہوں۔ کہ قرآن مخلوق نہیں ہے۔

اور قرآن جو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ وہ یہی قرآن ہے۔ جسے مسلمان پڑھتے اور مصاحف میں لکھتے ہیں۔ یہ اللہ کا کلام ہے۔ کسی غیر کا نہیں۔ اگرچہ انسان اسے پڑھتے ہیں۔ اور اپنی حرکات اور اصوات (آوازوں) میں اسے ادا کرتے

ہیں۔ تاہم انسان کا کلام نہیں کہا جائیگا۔ خدا کا کلام ہی ہو گا۔ کیونکہ کلام اسی کا ہوتا ہے جس سے وہ ابتداءً صادر ہوا۔ اس شخص کا نہیں کہا جائیگا جس نے دوسروں تک پہنچانے اور اس کے ادا کرنے کے لئے زبان سے اس کا تلفظ ادا کیا۔ سورۂ توبہ میں ہے۔ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ۔ اور اے پیغمبر مشرکین میں سے اگر کوئی شخص تم سے پناہ کا خواستگار ہو۔ تو اس کو پناہ دو۔ یہاں تک کہ وہ اطمینان سے کلامِ خدا کو سُن لے۔ پھر اس کو اس کے امن کی جگہ پہنچا دو۔ اس آیت کی تفسیر میں یہی کہا جائیگا۔ کہ سُنانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن کلام اللہ کا ہے۔

۶۹۔ مصاحف میں کلام اللہ موجود ہے

اور یہ اللہ کا کلام مصاحف میں موجود ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ۔ بلکہ یہ قرآن بڑے رتبے کا قرآن ہے۔ اور ہمارے ہاں لوح محفوظ میں لکھا ہوا موجود ہے۔ نیز فرمایا۔ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ۔ یعنی رسول کلام الٰہی کے مقدس اوراق پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور ان میں پکی اور معقول باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ نیز فرمایا۔ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ۔ یعنی یہ قرآن بڑی قدر و منزلت کا قرآن ہے۔ اور احتیاط سے رکھی ہوئی کتاب لوح محفوظ میں لکھا ہوا موجود ہے۔ الغرض قرآن اپنے حروف۔ عبارت اور معانی کے سمیت اللہ کا کلام ہے۔ ان میں سے ہر ایک چیز قرآن میں داخل ہے۔ اور وہ خود اللہ کے کلام میں داخل ہے۔ باقی رہا اعراب کا معاملہ۔ تو وہ تو حروف کے لوازم ہیں۔ (اس سے ثابت ہوا۔ کہ الفاظ بمعہ اعراب سب اللہ کی طرف سے ہیں) چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من قرء القراٰن فاعربہ فلہ بکل حرفٍ عشر حسنات۔ یعنی جو شخص قرآن شریف پڑھے۔ اور اس کے اعراب کو ظاہر کرے۔ اس کو ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔
حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے فرمایا۔ حفظ اعراب القراٰنِ احب الینا من حفظ بعض حروفہ۔ یعنی قرآن شریف کے بعض حروف یعنی سورتوں اور رکوعوں کے حفظ کر لینے سے اس کے اعراب کو حفظ کرنا بہتر ہے۔ ہاں مسلمانوں کے لئے یہ جائز

ہے کہ قرآن کو لکھتے وقت حروف پر نقطے یا اعراب نہ دیں۔ جیسا کہ صحابۂ کرامؓ ان کے بغیر ہی لکھا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ عربی لوگ تھے۔ اور اعراب میں غلطی نہیں کرتے تھے۔ زمانہ تابعین میں حضرت عثمانؓ نے جو قرآن کے نسخے مختلف بلاد میں بھیجے۔ وہ اسی طرح بلا اعراب تھے۔ جب صحابہ کرامؓ کے زمانہ کے بعد اعراب میں غلطی واقع ہونے لگی۔ تو مصاحف میں سرخ نقطے لگا دئے گئے۔ پھر موجودہ روش پر قرآن شریف لکھا گیا۔ اس پر علماء نے جھگڑا کیا۔ کہ یہ مکروہ ہے۔ امام احمدؒ اور دیگر علماء نے اس کی مخالفت کی۔ کہنے لگے کہ یہ مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ بدعت ہے۔ بعض نے کہا۔ کہ ضرورت کے لئے جائز ہے بعض نے کہا۔ کہ صرف نقطے مکروہ ہیں۔ حروف کی شکل مکروہ نہیں۔ لیکن صحیح بات یہ ہے۔ کہ کوئی حرج نہیں +

۷۔ اللہ کے کلام میں آواز ہونا

یہ بھی تسلیم کرنا ضروری ہے۔ کہ اللہ کے کلام اور ندا میں صوت یعنی آواز ہوتی ہے۔ حدیث نبوئی سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ آدمؑ کو جو اللہ نے ندا کی تھی۔ چنانچہ آیت نَادٰهُمَا رَبُّهُمَآ الخ میں مذکور ہے۔ اس میں بھی آواز تھی۔ اس بارہ میں بعض احادیث وارد ہیں۔ اور ان کی تصدیق ضروری ہے۔ سلف صالحین اور ائمہ کا اس پر اتفاق ہے۔ ائمہ اہل السنۃ کا اتفاق ہے۔ کہ قرآن بندوں کی زبان پر پڑھا جائے۔ یا مصاحف میں لکھا جائے۔ بہر صورت اللہ کا کلام ہے۔ بندے کے پڑھ لینے سے یہ نہیں کہا جاتا۔ کہ وہ مخلوق ہے۔ کیونکہ اس کے منہ سے تو وہ قرآن نکل رہا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ نہ اُسے غیر مخلوق کہنا جائز ہے۔ اس لئے کہ اس میں بندوں کے افعال داخل ہیں +

اور ائمہ سلف میں سے یہ بھی کسی نے نہیں کہا۔ کہ بندوں کی آوازیں جن کے ساتھ وہ تلاوت کرتے ہیں۔ وہ بھی قدیم ہیں۔ بلکہ جب شخص نے کہا۔ کہ بندوں کے الفاظ غیر مخلوق ہیں۔ اس کا انہوں نے رد کیا۔ اسی طرح وہ شخص بھی پرلے درجے کا جاہل اور سُنت سے دور پڑا ہوا ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ سیاہی قدیم ہے۔ فرمایا

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا	اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سمندر کا پانی سیاہی کی جگہ ہو تو قبل اس کے کہ

میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں۔ سمندر نبڑ جائے۔ اگرچہ ویسا ہی اور سمندر ہم اس کی مدد کو لائیں +

تو اس آیت میں بتلا دیا کہ سیاہی سے پروردگار کے کلمات لکھے جاتے ہیں۔ یعنی کلمات قدیم ہیں۔ سیاہی قدیم نہیں +

اسی طرح وہ شخص بھی گمراہ ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ مصحف میں محض سیاہی۔ اوراق۔ حکایات اور عبارات ہیں۔ اور قرآن نہیں۔ اس لئے کہ رسولؐ پر جو قرآن نازل کیا گیا۔ وہ تو یہی ہے۔ جو جلد کے درمیان ہے۔ اور مصحف میں کلام الٰہی اس طرح ہے۔ کہ لوگ دوسری اشیا کی شناخت کے عام قاعدہ سے نہیں۔ بلکہ ایک وجدانی خصوصیت سے اس کو پہچانتے ہیں +

ایسا ہی وہ شخص بھی بدعتی ہے۔ جو سنت کے میانہ عقیدہ سے بڑھ جائے۔ اور کہنے لگے۔ کہ بندوں کا تلفظ اور ان کی آوازیں جو قرآن پڑھنے کے وقت نکلتی ہیں۔ یہ بھی قدیم ہیں۔ وہ ایسا ہی بدعتی اور گمراہ ہے۔ جیسا وہ شخص جو کہتا ہے۔ کہ اللہ کا کلام حرف اور آواز سے خالی ہے۔ پھر جس طرح وہ شخص بدعتی ہے۔ جو بندوں کے تلفظ اور ان کی آوازوں کو قدیم مانتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی بدعتی اور گمراہ ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ سیاہی قدیم ہے۔ اور جو اس سے بھی بڑھ جائے اور کہے۔ کہ ورق۔ جلد۔ میخ اور دیوار کا ٹکڑا جس پر کلام الٰہی لکھا جائے۔ یہ تمام اللہ کے کلام میں داخل ہیں۔ تو وہ اسی درجہ کا آدمی ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں۔ ماننے والوں کی یہ زیادتی نہ ماننے والوں کے انکار کے برابر ہے۔ اور یہ دونو افراط اور تفریط کی حدیں اہل السنۃ والجماعۃ کے اعتقاد سے خارج ہیں +

علیٰ ہذا القیاس قرآن کے نقطوں اور اعراب کے متعلق نفی و اثبات میں گفتگو کرنا بدعت ہے۔ نفی کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان چیزوں کو کلام الٰہی سے خارج سمجھا جائے۔ اور اثبات کے معنے یہ کہ یہ چیزیں بھی اللہ کے ہاں سے نازل ہوئی ہیں۔ یہ بدعت اس

وقت سے کچھ اوپر دوسو برس پہلے سے پیدا ہوئی۔ تو جو شخص کہتا ہے۔ کہ سیاہی جس کے ساتھ حروف پر نقطے ڈالے جاتے ہیں اور اعراب لگائے جاتے ہیں قدیم ہے۔ وہ گمراہ اور جاہل ہے۔ اسی طرح جو شخص کہے۔ کہ حروف کے اعراب قرآن میں داخل نہیں۔ وہ بھی بدعتی اور گمراہ ہے۔ بلکہ تمام باتوں کا خلاصہ جو ایک مومن کا ایمان ہونا چاہئے یہ ہے۔ کہ یہ عربی قرآن اللہ کا کلام ہے۔ قرآن میں جس طرح اس کے معانی داخل ہیں۔ اسی طرح اس کے حروف سمیت اعراب کے داخل ہیں۔ پس جلد کے درمیان جو کچھ ہے۔ وہ سب اللہ کا کلام ہے۔ خواہ مصحف میں نقطہ اور اعراب ہوں یا نہ ہوں۔ چنانچہ پرانے مصاحف جنہیں صحابہ کرامؓ لکھا کرتے تھے۔ سب بغیر نقطہ اور اعراب کے ہوتے تھے۔ لہٰذا کسی بدعت اور محض لفظی نزاع کو درمیان میں لا کر جس کی اصلیت بالکل نہ ہو۔ مسلمانوں کے درمیان فتنہ برپا کرنا اور دین میں نئے نئے کام داخل کرنا بالکل جائز نہیں +

۷۔ خلفائے اربعہ میں توسط

اور اسی طرح میانہ روی اور اعتدال صحابہؓ اور رسول کریمؐ کے اہل قرابت کے متعلق بھی واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں صحابہؓ۔ خصوصاً سابقین اولین اور ان کے سچے پیروؤں کی تعریف کی ہے۔ اور تبلا دیا ہے۔ کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا۔ اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ متعدد آیات میں ان کی فضیلت بیان کی۔ چنانچہ فرمایا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ	محمد خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ کافروں کے حق میں تو ان کی ایذاؤں سے بچنے کے لئے بڑے سخت ہیں۔ مگر آپس میں رحمدل۔ اے مخاطب۔ تو ان کو دیکھیگا۔ کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں۔ اور کبھی سجدہ کر رہے ہیں۔ اور خدا کے فضل اور خوشنودی

فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ ۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ (۲) لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَ اَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۔

کی طلبگاری میں لگے ہیں۔ان کی شناخت یہ ہے۔کہ سجدے کے گٹے ان کی پیشانیوں پر ہیں۔یہی اوصاف ان کے تورات میں بھی مذکور ہیں اور یہی اوصاف ان کے انجیل میں بھی ہیں اور وہ روز بروز اس طرح ترقی کرتے جائینگے جیسے کھیتی۔کہ اس نے پہلے زمین سے اپنی سوئی نکالی۔پھر اس نے غذائے نباتی کو ہوا اور مٹی سے جذب کرکے اپنی اس سوئی کو قوی کیا۔چنانچہ وہ رفتہ رفتہ موٹی ہوئی۔یہاں تک کہ آخر کار کھیتی اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوئی۔اور اپنی سرسبزی سے لگی کسانوں کو خوش کرنے۔اور خدا نے ان کو روز افزوں ترقی اس لئے دی ہے۔کہ ان کی ترقی سے ناسازگار کافروں کو جلائے۔ان میں سے جو سچے دل سے ایمان لائے۔اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے۔ان سے خدا نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرما لیا ہے۔(۲) اے پیغمبر جب مسلمان ایک کیکر کے درخت کے نیچے تمہارے ہاتھ پر لڑنے مرنے کی بیعت کر رہے تھے۔خدا یہ حال دیکھ کر ضرور ان مسلمانوں سے خوش ہوا۔اور اس نے ان کی دلی عقیدت کو جان لیا۔اور ان کو اطمینان قلب عنایت کیا۔اور اس کے بدلے میں ان کو سردست خیبر کی فتح دی ؀

حدیث شریف میں وارد ہے۔کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا تسبّوا اصحابی فو الذی نفسی بیدہٖ لو ان احد کم انفق مثل احُدٍ ذھبًا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ ۔ یعنے میرے اصحاب کو گالیاں مت دو۔کیونکہ اللہ کی قسم۔جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔کہ تم میں سے اگر کوئی اُحُد کے برابر بھی اللہ کی راہ میں سونا خرچ کر دے۔تو صحابی کے مُدّ (ایک پیمانہ ہے) کے برابر بھی درجہ میں نہیں ہو گا۔ بلکہ نصف مُدّ تک بھی نہیں پہنچیگا ؀ ۱

اہل السنۃ والجماعۃ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے۔اور اس کے متعلق علیؓ سے متواتر احادیث بھی آئی ہیں۔کہ تمام امت سے افضل ابوبکرؓ ہیں۔اور ان کے بعد عمرؓ (خیر ھٰذہٖ الامّۃ بعد نبیّھا ابوبکرؓ ثم عمرؓ) اور عمرؓ کے بعد تمام صحابہؓ عثمانؓ کی بیعت پر متفق ہوئے

نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ خلافۃ النبوۃ ثلثون سنۃ ثم تصیر ملکا۔ یعنی خلافت علی منہاج النبوۃ تو صرف تیس برس ہوگی اس کے بعد عام حکومت کی صورت پکڑ لیگی۔

نیز فرمایا۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ یعنی تم میرے اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کے طریق کو لازم پکڑو۔ اس پر مضبوطی سے اسطرح متمسک رہو۔ جس طرح کہ دانتوں سے کوئی چیز پکڑی جائے۔ اور نئے نئے امور سے بچتے رہو۔ کیونکہ ہر نیا کام گمراہی ہے۔

اور یہ معلوم ہے۔ کہ امیر المومنین علیؓ خلفاء الراشدین المھدیین میں آخری خلیفہ تھے۔ اہل السنۃ کے عام علماء۔ زہاد۔ اُمراء اور ارباب قتال کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے افضل ابوبکرؓ۔ پھر عمرؓ۔ پھر عثمانؓ۔ پھر علیؓ ہیں۔ اس بات کے دلائل اور عام صحابہؓ کے فضائل بکثرت ہیں۔ جن کے مفصل بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں۔

۲۷۔ مشاجرہ بین الصحابہؓ کے بارہ میں کف اللسان رہنا

اسی طرح ہمارا فرض ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ میں جو اختلاف واقع ہوا۔ اس کے متعلق ہم اپنی زبان روک رکھیں۔ صحابہؓ کے متعلق بعض باتیں تو غلط منقول ہوگئی ہیں۔ اور جو صحیح بھی ہیں۔ ان کے متعلق ہماری رائے یہ ہے۔ کہ صحابہؓ تمام کے تمام مجتہد تھے۔ اور مجتہد کبھی تو صائب الرائے ہوتا ہے اور کبھی برعکس (المجتھد قد یخطی وقد یصیب) ان میں جو صائب الرائے تھے۔ ان کے لئے تو دوہرا اجر ہے جن کی رائے اس راہ صواب تک نہ پہنچ سکی۔ ان کو اپنے نیک اعمال کا ثواب مل جائیگا۔ اور ان کی غلطیاں انشاء اللہ معاف ہو جائینگی۔ ان کے ذمہ اگر قصور بھی رہا تو ان نیک اعمال کی موجودگی میں جو ان سے اس کے پہلے صادر ہو چکے تھے وہ قصور بھی معاف ہو جائیگا۔ توبہ کے ساتھ۔ نیک اعمال کے ساتھ۔ بحکم اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ۔ اور ان مصائب اور تکالیف کے

ساتھ جو ان لوگوں کو پہنچیں۔ کیونکہ مصیبتیں بھی گناہ کا کفارہ ہو جاتی ہیں۔ یا ان تینوں کے علاوہ کسی اور وجہ سے ان کی غلطیاں معاف ہو جائینگی۔ کیونکہ وہ اس امت کے سب سے مبارک زمانہ میں تھے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر القرون قرنی الذی بعثت فیھم ثم الذین یلونھم وھذہ خیر امۃ اخرجت للناس یعنی بہترین زمانہ وہ ہے۔ جس میں میں موجود ہوں۔ پھر وہ جو اس کے متصل آئیگا۔ یعنی تابعین کا زمانہ۔ اور اس زمانہ کے لوگ اس امت کے چیدہ چیدہ لوگ ہیں۔ جو لوگوں کی ہدایت کے لئے منتخب کی گئی +

اور سمیت اس کے ہم جانتے ہیں۔ کہ علیؓ ابن ابی طالب معاویہؓ اور ان تمام لوگوں سے افضل اور حق سے زیادہ قریب تھے۔ جو ان کے خلاف لڑتے تھے۔ کیونکہ صحیحین میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تمرق مارقۃ علی حین فرقۃ من المسلمین تقتلھم ادنی الطائفتین الی الحق۔	مسلمانوں کے باہمی افتراق کے وقت ایک فرقہ اسلام سے گمراہ ہو کر باہر نکل جائیگا۔

اس وقت جو جماعت حق کے زیادہ قریب ہو گی۔ وہ اسے قتل کر کے نیست و نابود کریگی +

اس حدیث سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے۔ کہ حق پر تو دونو جماعتیں تھیں۔ لیکن علیؓ حق کے زیادہ قریب تھے +

اور جو لوگ اس باہمی فتنہ سے الگ رہے۔ مثلاً سعد ابن ابی وقاصؓ اور عبد اللہؓ ابن عمرؓ اور ان کے علاوہ اور صحابیؓ بھی۔ تو اکثر اہل حدیث اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ان لوگوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کی پیروی کی۔ جن میں آپ نے اس فتنہ میں حصہ لینے کے متعلق کچھ فرمایا تھا +

۳۷۔ اہل بیتؓ کے حقوق اور خصائص

علیٰ ہذا القیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیتؓ کے بھی بعض حقوق

ہیں۔ جن کی رعایت واجب ہے۔ اس لئے اللہ نے خمس اور فے میں ان کا حق مقرر کیا ہے۔ اور ہمیں حکم دیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے وقت آپ کی آل کا نام بھی لیا جائے۔ اور ہمیں فرمایا۔ کہ درود اس طرح پڑھو۔

۴۷۔ درود مسنون

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اہل بیت وہی لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے۔ امام شافعیؒ۔ امام احمدؒ اور دیگر علماء کے نزدیک ایسا ہی ہے۔ کیونکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان الصدقۃ لا تحل لمحمد ولا لاٰل محمد۔ یعنی صدقہ نہ تو میرے لئے جائز ہے اور نہ میری آل کے لئے۔ نیز اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ اے پیغمبر کے گھر والو۔ خدا کو تو بس یہی منظور ہے۔ کہ تم سے ہر طرح کی گندگی کو دور کرے اور تم کو ایسا پاک صاف بنائے جیسا پاک صاف بنانے کا حق ہے۔

اور چونکہ صدقہ لوگوں کے مال کی میل کچیل ہے۔ اس لئے اللہ نے انہیں ایسا پاک کیا۔ کہ صدقہ لینے کی بھی اجازت نہ دی۔ اہل سلف کا مقولہ ہے۔ کہ حب ابی بکرؓ و عمرؓ ایمان و بغضہما نفاق۔ یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ سے محبت رکھنا ایمان اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے۔ اور مسانید اور سُنن میں آیا ہے۔ کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للعباس لما شکی الیہ جفوۃ قوم لھم قال والذی نفسی بیدہ لا یدخلون الجنۃ حتی یحبوکم من اجلی۔ یعنی حضرت عباسؓ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قوم کی بے انصافی کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کہ جب تک یہ لوگ میری وجہ سے تمہارے ساتھ محبت نہ رکھینگے۔ جنت میں داخل نہیں ہو سکینگے۔ صحیح

حدیث میں آیا ہے۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ اصطفےٰ بنی اسمٰعیل واصطفےٰ بنی کنانۃ من بنی اسمٰعیل واصطفےٰ قریشا من بنی کنانۃ واصطفےٰ بنی ہاشم من قریش واصطفانی من بنی ہاشم	اللہ تعالےٰ نے بنی اسمٰعیل کو برگزیدہ کیا پھر بنی اسمٰعیل میں بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں قریش کو۔ اور قریش میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو چن لیا۔

۵۷۔ شہادت عثمانؓ اور فتنۂ افتراقِ اُمت

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا فتنہ بپا ہونے اور امت کی باہمی پھوٹ کے بعد لوگ مختلف قسم کے ہوگئے۔ ایک قوم جو عثمانؓ سے محبت اور اس محبت میں مبالغہ کرتی تھی۔ حضرت علیؓ سے منحرف ہونے لگی۔ چنانچہ اکثر اہل شام جو اس وقت حضرت علیؓ کو گالیاں دیتے اور ان سے بغض رکھتے تھے۔ دوسری قوم ایسی تھی۔ کہ علیؓ کی محبت میں اس حد تک بڑھی۔ کہ عثمانؓ سے منحرف ہوگئی۔ چنانچہ اکثر اہل عراق ان سے بغض رکھتے اور ان کو گالیاں دینے لگے۔ پھر ان کی بدعت اس قدر بڑھی۔ کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کو بھی گالیاں دینے لگے۔ اور اس وقت فتنہ بہت بڑھ گیا۔ طریق سنت یہ ہے۔ کہ عثمانؓ اور علیؓ دونو سے محبت کی جائے۔ اور درجہ میں ابوبکرؓ اور عمرؓ کو ان پر مقدم کیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ان کو بعض ایسے فضائل کے ساتھ مخصوص کردیا تھا۔ کہ عثمانؓ اور علیؓ دونو سے فوقیت لے گئے۔ اور اللہ تعالےٰ نے پھوٹ اور پراگندگی سے اپنی کتاب میں منع فرمایا۔ اور سب کو حکم دیا۔ کہ اس کی رسی کو مضبوطی سے پکڑیں۔ یہ ایسا مقام ہے۔ کہ اس جگہ مومن کو ثابت قدم اور اللہ کی رسی کو پکڑے رہنا چاہیئے۔ کیونکہ طریق سنت علم و عدل۔ اور کتاب و سنت کے اتباع پر مبنی ہے۔ رافضی چونکہ صحابہؓ کو گالیاں دینے لگے۔ لہٰذا علما نے ان کی سزا کا حکم دیا۔ پھر وہ صحابہؓ کو کافر کہنے لگے۔ ان کی طرف ناشائستہ باتیں منسوب کرنے لگے۔ اور ہم نے ان کا حکم دوسری جگہ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا۔

۱۷۔ یزید کے متعلق عقیدہ افراط و تفریط

شروع میں یزید کے بارہ میں دینی امور کے متعلق کوئی مخالف یا موافق تذکرہ نہیں تھا۔ بعد ازاں چند نئے امور کا اضافہ ہوا۔ تو ایک قوم یزید کو لعنت بھیجنے لگی۔ اور اس کی لعنت کو بعض دیگر صحابہؓ کی لعنت کی تمہید ٹھیرا لیا۔ اس پر اکثر اہل السنۃ نے کسی خاص شخص پر لعنت بھیجنا ناپسند کیا۔ جب یہ بات ان لوگوں نے سُن لی۔ جو بہت متشدد تھے۔ اور ہر بات کو بزور سنت قرار دیتے تھے۔ تو انہوں نے یزید پر نہ صرف لعن طعن کرنا ہی ترک کر دیا۔ بلکہ وہ اُسے صالحین کا سرتاج اور امام ہدایت سمجھنے لگے۔ الغرض یہاں سے یزید کے بارہ میں دو مخالف جماعتیں پیدا ہو گئیں۔ ایک نے کہا۔ کہ وہ کافر زندیق ہے۔ اور اس نے رسولؐ کے نواسے کو قتل کیا۔ اور اپنے نانا عتبہ بن ربیعہ اور ماموں ولید وغیرہ کے قصاص میں جو انصار کے ہاتھوں بدر کے میدان میں کفر کی حالت میں مارے گئے تھے۔ انصار اور ان کے بیٹوں کو حرّہ میں قتل کیا۔ اور اس کی نسبت شراب نوشی اور طرح طرح کی بدکاری بھی مشہور کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ایک دوسری قوم ہے۔ جو یزید کو امام عادل اور راشد کہتی ہے۔ وہ اسے صحابہؓ میں بلکہ اکابر صحابہؓ میں یقین کرتے ہیں۔ اور خدا کے اولیاء میں شمار کرتے ہیں۔ بسا اوقات بعض لوگ اسے نبی خیال کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ جو شخص یزید کے متعلق اس بارہ میں توقف کرے۔ اللہ اسے دوزخ کی آگ کے لئے وقف کریگا۔ شیخ حسن بن عدی سے اس بارہ میں نقل کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے کہا۔ کہ فلاں فلاں ولی صرف یزید کے بارہ میں توقف کرنے سے آگ کے لئے وقف کیا گیا۔ اور شیخ کے زمانہ میں ان لوگوں نے کئی ایک جھوٹی باتیں نظم و نثر میں اضافہ کر لیں۔ اور یزید اور شیخ عدی کے بارہ میں بہت مبالغہ آمیزیاں کیں۔ حالانکہ شیخ موصوف ان باتوں سے بالکل پاک تھے۔ اور ان کا مسلک بالکل بدعات سے الگ تھا۔ اتفاق سے شیخ روافض کے ہاتھ آ گئے۔ جنہوں نے ان سے دشمنی کی۔ اور انہیں قتل کر دیا۔ اور اس کے بعد ایسے فتنوں کا دور شروع ہوا۔

کہ ہرگز انہیں اللہ اور رسولؐ پسند نہیں کرتے۔ اور یزید کے متعلق جو دونو مخالف جماعتوں میں افراط اور تفریط ہے۔ وہ اہل علم اور ایمان کے متفقہ عقیدہ کے بالکل خلاف ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ یزید بن معاویہؓ عثمانؓ ابن عفان کے زمانہ خلافت میں پیدا ہوُا۔ اس لئے نبیؐ کے زمانہ کو نہ پا سکا۔ باتفاق علما صحابہؓ میں سے نہیں تھا۔ نہ ہی دین اور تقوٰے کے ساتھ مشہور ہے۔ نوجوان مسلمانوں میں سے تھا۔ کافر اور زندیق نہ تھا۔ اپنے باپ کے بعد مسند نشین ہوُا۔ اس پر بعض مسلمان راضی تھے اور بعض ناراض۔ اس میں سخاوت اور شجاعت بھی تھی۔ فواحش کا مرتکب نہیں تھا۔ جیساکہ اس کے دشمن اس کی نسبت مشہور کرتے ہیں +

۷۷۔ یزید کی امارت کے واقعات

یزید کی امارت میں بڑے بڑے ناگوار واقعات پیش آئے۔ ایک توحسینؓ کی شہادت ہے۔ لیکن یزید نے ان کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا۔ نہ ہی ان کے قتل پر اظہار خوشی کیا۔ نہ چھڑی سے آپ کے دانتوں کو کھرچا۔ نہ ہی اس کی طرف شام میں حسینؓ کا سر روانہ کیا گیا۔ البتہ اس نے یہ کیا۔ کہ حسینؓ کے امارت سے روک دینے کا حکم دیا۔ اگرچہ ایسا کرنے سے لڑائی کی نوبت پہنچے اس کے نواب نے زیادتی کی۔ اور شمر نے سپہ سالار افواج عبیداللہ بن زیاد کو آپ کے قتل کر ڈالنے پر آمادہ کیا۔ اُس نے آپ پر زیادتی کی۔ حسینؓ نے لشکر مخالف سے تین باتوں کا مطالبہ کیا۔ اول یہ کہ مجھے اجازت دو۔ کہ یزید کے پاس جاؤں۔ یا مجھے سرحد کی طرف چلا جانے دو۔ کہ وہاں حفاظت کرتا رہوں یا تیسری بات یہ ہے۔ کہ مکہ کی طرف چلا جاؤں۔ لیکن لشکر نے ایک نہ سُنی۔ بزور آپ سے یزید کی امارت منوانا چاہی۔ حسینؓ نے انکار کیا۔ نتیجہ یہ ہوُا۔ کہ عبیداللہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو آپ کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا۔ مخالفین نے آپ کو سمیت چند گھر والوں کے ظلم سے قتل کیا +

حسینؓ کا قتل منجملہ بڑی مصیبتوں کے تھا۔ کیونکہ آپ کا قتل اور آپ سے پہلے عثمانؓ

کا قتل اس امت کے فتنوں کا سب سے بڑا پیش خیمہ تھا۔ اور آپ کے قاتل عنداللہ تمام مخلوق میں زیادہ شریر ہیں۔ حسینؓ کے قتل کے بعد جب آپ کا عیال یزید کے پاس لایا گیا۔ تو ان کی اچھی طرح تعظیم و تکریم کرکے مدینہ کو واپس کر دیا۔ یزید کے متعلق یہ بھی روایت کی گئی ہے۔ کہ اس نے ابن زیاد کو اس پر لعنت بھیجی۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں اہل عراق پر بغیر حسینؓ کے قتل کرنے کے بھی محض ان کے مطیع ہو جانے پر راضی تھا تاہم ان باتوں کے ہوتے ہوئے بھی یزید بے قصور ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کی غلطی تھی۔ تو یہ تھی۔ کہ بحیثیت امیر ہونے کے اس نے آپ کے قتل کئے جانے کو برا نہ کہا۔ اور نہ آپ کی امداد کی۔ اور نہ قصاص لیا۔ حالانکہ اس پر واجب تھا۔ لہٰذا اہل حق اسے واجب کی ترک پر اور کئی اور باتوں پر ملامت کرتے ہیں۔ باقی رہے وہ لوگ جو یزید کے بارہ میں بے جا دشمنی رکھتے ہیں۔ تو وہ کئی ایک بہتان لگا کر اسے مطعون بنا رہے ہیں۔

۸۔ مکہ اور مدینہ پر چڑھائی

دوسرا ناگوار واقعہ جو یزید کے عہد میں پیش آیا۔ یہ ہے کہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت کو توڑا۔ اور اس کے نواب کو مع اہل و عیال وہاں سے نکال دیا۔ اس پر یزید نے ان کی طرف لشکر بھیجا۔ اور حکم دیا۔ کہ اگر تین دن تک اہل مدینہ اطاعت نہ کریں۔ تو تلوار کے زور زبردستی شہر میں گھس جاؤ۔ اور تین روز تک قتل و غارت جاری رکھو۔ چنانچہ تین روز تک ان کا لشکر لوٹ کھسوٹ اور زنا کاری میں مصروف رہا۔ اس کے بعد اس نے مکہ معظمہ کی طرف لشکر بھیجا۔ انہوں نے مکہ کا محاصرہ کیا۔ اور یزید اسی حالت میں مرگیا۔ اور لوگ مکہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ یہ تمام عدوان اور ظلم اسی کے حکم سے ہوا۔

لہٰذا اعتدال پسند اہل السنۃ اور بڑے بڑے ائمہ کا مسلک یہی ہے۔ کہ یزید کو نہ تو گالی دی جائے۔ اور نہ اس سے محبت کی جائے۔ امام احمدؒ کے بیٹے صالحؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا۔ کہ ایک قوم یزید سے محبت کا دعوےٰ کرتی ہے۔ فرمایا۔ بیٹا۔ وھل یحب یزید احدٌ یؤمن باللّٰہ والیوم الاٰخر۔ یعنی کوئی شخص اللہ اور یوم

آخرت کو ماننے والا بھی یزید سے محبت کر سکتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اے باپ پھر آپ یزید پر لعنت کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا۔ بیٹا۔ ومتی رایت اباك یلعن احدًا۔ کبھی تو نے دیکھا ہے۔ کہ تیرا باپ کسی کو لعنت بھیجتا ہو۔ ایک اور روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ یزید سے بھی حدیث روایت کرتے ہیں۔ فرمایا۔ نہ میں اس سے روایت کرتا ہوں۔ نہ اُسے اس قابل سمجھتا ہوں۔ کیا یزید وہی نہیں ہے جس نے اہل مدینہ پر ظلم کیا تھا ✦

بہر حال یزید علمائے اسلام کے نزدیک منجملہ دیگر بادشاہوں کے ایک بادشاہ رہے۔ نہ اس سے ایسی محبت کرتے ہیں۔ جو صلحاء اور اولیاء اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور نہ اُسے گالیاں دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ کسی خاص مسلمان کو لعنت کرنا پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ امام بخاری رحؒ نے اپنی صحیح میں عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ ایک شخص جس کا نام حمار تھا۔ کثرت سے شراب پیتا تھا۔ اور جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا۔ آپؐ اسے مارتے۔ ایک شخص بول اٹھا۔ کہ اللہ اس پر لعنت کرے۔ کتنی مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر کیا گیا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لاتلعنہ فانہ یحب اللّٰہ ورسولہ۔ یعنی اسے لعنت مت کر۔ کیونکہ یہ اللہ اور رسولؐ کو چاہتا ہے۔ باوجود اس کے اہل السنۃ کی ایک جماعت اس پر لعنت کرنا جائز سمجھتی ہے۔ کیونکہ اس کے اعتقاد میں اس نے ایسا جرم کیا ہے۔ کہ لعنت کا مستحق ہو سکتا ہے۔ لیکن دوسری جماعت اس سے محبت رکھنا جائز بتلاتی ہے۔ کیونکہ وہ مسلمان تھا۔ جو عہد صحابہؓ میں امیر ہوا۔ صحابہؓ نے اس سے بیعت کی۔ یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ یزید کے متعلق جس بات کا چرچا ہے۔ بالکل بے بنیاد ہے۔ کیونکہ اس میں کئی نیکیاں بھی پائی جاتی تھیں۔ اور اگر جیسا کہ لوگ نقل کرتے ہیں۔ واقع میں ایسا ہی بُرا تھا۔ تو وہ مجتہد تھا۔ اور مجتہد سے غلطی بھی ہو جاتی ہے ✦

لیکن صحیح ترین بات وہ ہے۔ جس پر ائمہ کا اتفاق ہے۔ کہ نہ اس سے محبت کی جائے۔ اور نہ اس پر لعنت کی جائے۔ ہر چند وہ ظالم اور فاسق تھا۔ تاہم اللہ ظالم اور فاسق کو بخش دیتا ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ بڑے بڑے نیکی کے کام کرے۔ امام بخاری رحؒ نے صحیح میں ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ نبیؐ نے فرمایا۔ اول جیش

یغزوا القسطنطینیۃ مغفور لہ - یعنی سب سے پہلا لشکر جو قسطنطیہ پر حملہ آور ہوگا اللہ اس کے گناہ معاف فرمائیگا - اور سب سے پہلا لشکر جس نے اس پر حملہ کیا - اس کا امیر یزید ابن معاویہؓ تھا - اس کے ساتھ ابو ایوب انصاریؓ بھی تھے +

۷۹ - یزید ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

کبھی لوگ یزید ابن معاویہؓ اور اس کے چچا یزیدؓ ابن ابی سفیانؓ کو اسماء کی مشابہت کے سبب ایک خیال کرنے لگ جاتے ہیں - یزیدؓ ابن ابی سفیانؓ تو اجلۃ صحابہؓ میں سے تھے - اور آل حرب کے سرکردہ تھے - شام کی فتوحات میں منجملہ دیگر امرائے شام کے جن کو ابوبکرؓ نے منتخب کر کے بھیجا تھا - ایک یہ بھی تھے - حضرت ابوبکرؓ اُن کی رکاب میں وصیت کرتے کرتے پیادہ چل رہے تھے - یزیدؓ ابن ابی سفیانؓ نے کہا - اے خلیفہ رسولؐ - یا آپ بھی سوار ہو جائیے - یا میں اُتر آتا ہوں - آپ نے فرمایا - لست براکب و لست بنازل انی احتسب خطای ھذہ فی سبیل اللہ - یعنی میں سوار نہیں ہوتا - اور آپ سواری سے نہ اتریں کیونکہ میں ان قدموں کو اللہ کی راہ میں شمار کر رہا ہوں - فتوح شام کے بعد عمرؓ کی خلافت میں جب یزیدؓ ابن ابی سفیانؓ فوت ہو گئے - تو عمرؓ نے ان کی جگہ ان کے بھائی معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کو شام کا گورنر کیا - اور ان کے ہاں عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں یزید پیدا ہوا - معاویہؓ شام ہی میں رہے - حتےٰ کہ یہ واقعہ پیش آیا - تمام گذشتہ کلام کا خلاصہ یہ ہے - کہ اس بارہ میں میانہ روی اختیار کرنا واجب ہے - یزید ابن معاویہؓ کا ذکر کرنے اور ایسی باتوں کو مسلمانوں کے ایمان کی جانچ کا معیار بنانے سے باز رہنا ضروری ہے - کیونکہ اہل السنۃ کے نزدیک یہ بدعات ہیں - ایسی باتوں سے ہی بعض جاہلوں نے یہ اعتقاد کر لیا ہے - کہ یزید معاویہؓ صحابی اور اکابر صالحین اور اور ائمہ دین سے تھا - یہ صریح خطا ہے +

— ∴ —

۱۰۔ مختلف ناموں کی طرف منسوب ہو کر اُمت میں تفرقہ پیدا کرنا

منجملہ ان باتوں کے جن سے امت میں تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔ اور جنہیں درمیان میں لاکر امت کو طرح طرح کے ابتلاء و محن میں ڈالا جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ اور رسول ؐ سے ان کی کوئی دلیل نہیں۔ ایک یہ بھی ہے۔ کہ مثلاً کسی کو پوچھا جائے۔ کہ تو شکیلی ہے یا قرقندی کیونکہ یہ اسمائے باطل ہیں۔ کہ ان کے صحیح ہونے میں اللہ نے کوئی دلیل نہیں اُتاری۔ اللہ کی کتاب اور رسول ؐ کی سنت اور سلف صالحین کے اقوال معروفہ میں ان کا مطلق پتہ نہیں چلتا۔ نہ کوئی شکیلی ہے نہ قرقندی۔ تو جب کبھی کسی مسلمان سے اس چیز کی نسبت پوچھا جائے۔ تو اس پر واجب ہے۔ کہ یہ جواب دیدے۔ کہ میں نہ شکیلی ہوں نہ قرقندی۔ بلکہ میں مسلمان ہوں۔ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ؐ کی سنت کا متبع ہوں۔ امیر معاویہ ؓ سے ہمیں یہ روایت پہنچی ہے۔ کہ انہوں نے ایک دفعہ ابن عباس ؓ سے پوچھا۔ کہ آپ حضرت علی ؓ کی ملت پر ہیں یا عثمان ؓ کی۔ انہوں نے کہا۔ کہ لست علی ملۃ علی ولا علی ملۃ عثمان بل انا علی ملۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ نہ میں علی ؓ کی ملت پر ہوں۔ اور نہ عثمان ؓ کی۔ میں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر ہوں۔ سلف صالحین میں سے ہر ایک یہی کہتا تھا۔ کہ کل ھٰذہ الاھواء فی النار۔ یعنی یہ تمام باتیں خواہشات نفسانی ہیں۔ اور ان کا انجام دوزخ ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ ما ابالی ای النعمتین اعظم علیّ ان ھدٰنی اللہ للاسلام او ان جنبنی ھٰذہ الاھواء۔ یعنی میں نہیں جانتا۔ کہ دو نعمتوں میں سے کونسی نعمت بڑی ہے۔ آیا یہ نعمت بڑی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اسلام کی طرف راہنمائی کی۔ یا یہ کہ اللہ نے مجھے ان خواہشات کی پابندی سے الگ کیا +

اللہ تعالےٰ نے قرآن میں ہمیں مسلمین۔ مومنین۔ اور عباد اللہ کہ کر پکارا ہے۔ ہم ہرگز نہیں چاہتے۔ کہ اللہ کے تجویز کردہ ناموں کو چھوڑ کر وہ نام اختیار کریں جو کسی خاص قوم نے بطریق بدعت ایجاد کئے ہوں۔ اور انہوں نے اور ان کے آباؤ اجداد نے خود گھڑ لئے ہوں۔ حالانکہ اللہ نے ان کے متعلق کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی + بلکہ وہ

اسماء بھی بدعت ہیں۔ جن میں کچھ گنجائش ہے۔ مثلاً امام کی طرف منتسب ہوکر حنفی۔ مالکی۔ شافعی اور حنبلی کہلانا۔ کسی شیخ کی طرف منسوب ہوکر قادری۔ عدوی۔ قبائل کی نسبت کی وجہ سے قیسی۔ یمانی۔ اور شہروں کی نسبت سے شامی۔ عراقی اور مصری کہلانا۔ لہٰذا یہ کسی کے لئے جائز نہیں۔ کہ ان اسماء کی بنا پر لوگوں کا امتحان کرے۔ اور انہیں دوستی اور دشمنی کا معیار ٹھیرا کر ایک فرقہ سے دوستی اور دوسرے سے دشمنی رکھے۔ بلکہ تمام خلائق میں اللہ کے ہاں برتر اور بزرگ وہ ہے۔ جو ان تمام میں اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔ خواہ وہ کسی جماعت سے ہو +

۱۸۔ اولیاء اللہ کی تعریف

اور حقیقی معنی میں اولیاء اللہ بھی وہی ہیں۔ جو اللہ کی باتوں کو مانتے۔ اور اس کی نافرمانی سے ڈرتے رہتے ہیں۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ اولیاء مومنین اور متقین کا نام ہے۔ اور متقین کے اعمال خود اللہ نے اس آیت میں بیان فرمائے۔

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ السَّآئِلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔	نیکی یہی نہیں ہے۔ کہ نماز میں اپنا منہ مشرق کی طرف کرلو۔ یا مغرب کی طرف۔ بلکہ دراصل نیکی تو ان کی ہے۔ جو اللہ اور روز آخرت اور فرشتوں اور آسمانی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اور مال عزیز اللہ کی حُب پر رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا۔ اور غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی گردنوں کے چھڑانے میں دیا۔ اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے۔ اور جب کسی بات کا

اقرار کیا تو اپنے قول کے پورے نکلے۔ اور تنگی میں اور تکلیف میں اور ہلاچلی کے وقت میں ثابت قدم رہے۔ یہی لوگ ہیں۔ جو دعوئے اسلام میں سچے نکلے۔ اور یہی ہیں

جن کو پرہیزگار کہنا چاہئے۔

اور تقوٰے کے یہ معنے ہیں۔ کہ اللہ کے احکام بجا لائے جائیں۔ اور جن چیزوں سے اللہ نے منع فرمایا۔ ان کو چھوڑ دیا جائے۔

۸۲۔ حدیث متعلق احوال اولیاء اللہ

بخاری شریف میں ابوہریرہؓ کی روایت سے ایک طویل حدیث آئی ہے۔ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اللہ تعالےٰ نے اولیاء اللہ کے احوال اور ان اعمال کا ذکر فرمایا ہے۔ جن کے ذریعے انسان اولیاء کا مقام حاصل کر سکتا ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ تبارک وتعالےٰ من عادیٰ لی ولیاً فقد بارزنی المحاربۃ وماتقرب الی عبدی بمثل اداء ماافترضت علیہ ولایزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی اُحبّہٗ فاذا احببتہٗ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصربہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش ولئن سألنی لاعطینہٗ ولئن استعاذ بی لاعیذنہٗ وماترددت عن شیءٍ انافاعلہ ترددی عن قبض نفس عبدی المومن یکرہ الموت واکرہ مساءتہ ولابدلہ منہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ جو شخص میرے کسی دوست سے عداوت رکھتا ہے۔ اس نے گویا میرے ساتھ جنگ کے لئے مقابلہ کیا۔ اور میرا بندہ جس قدر کہ فرائض کی ادائیگی سے میرا قرب حاصل کرتا ہے۔ اتنا کسی اور اعمال سے نہیں کر سکتا۔ اور میرا بندہ نوافل ادا کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ تو جس وقت وہ میرا محبوب بن جاتا ہے۔ میں اس کے کان بن جاتا ہوں۔ جن کے ساتھ وہ سنتا ہے۔ اور آنکھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے۔ ہاتھ بن جاتا ہوں۔ جن کے ساتھ وہ پکڑتا ہے۔ پاؤں بن جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ چلتا ہے۔ پس میرے ساتھ ہی وہ سنتا ہے۔ میرے ساتھ ہی دیکھتا ہے۔ اور میرے ساتھ ہی پکڑتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے۔ تو میں اسکا سوال ضرور پورا کرتا ہوں۔ اور اگر میرے ساتھ پناہ پکڑے۔

تو اسے ضرور پناہ دونگا۔ اور جس کام کو میں کرنا چاہتا ہوں۔ کسی میں اتنا تردد نہیں کرتا۔ جس قدر کہ اپنے بندے کی روح کے قبض کرنے میں کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ موت کو بُرا جانتا ہوں۔ اور میں اس کی تکلیف کو گوارا نہیں کرتا۔ حالانکہ سوائے موت کے اسے کوئی چارہ نہیں۔

۲۳۔ تقرب الی اللہ کے مدارج

اس حدیث میں بتلایا گیا ہے۔ کہ تقرب الی اللہ کے دو درجے ہیں۔ پہلا درجہ تو فرائض کے ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور دوسرا فرائض کے علاوہ نوافل کی پابندی سے۔ پہلی قسم کے لوگوں کو اللہ نے مقتصدین (میانہ رو) ابرار (نیک) اور اصحاب الیمین (داہنے ہاتھ والے) کہا ہے۔ دوسری قسم کا نام سابقین المومنین ہے۔ یعنی ہر خیر کے کاموں میں سبقت لے جانے والے۔ چنانچہ آیت ذیل میں فرمایا۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ۔ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۔ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۔ وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۔

بے شک نیک لوگ قیامت کے دن بڑے آرام میں ہونگے۔ تختوں پر بیٹھے بہشت کی سیر دیکھ رہے ہونگے۔ اے مخاطب تو اُن کو دیکھے۔ تو خوشحالی کی تازگی ان کے چہروں سے صاف پہچان لے۔ ان کو شراب خالص سربند پلائی جائیگی۔ جس کی بوتل پر مہر مُشک کی ہوگی۔ اور ریس کرنے والوں کو چاہیئے۔ کہ اسی کی ریس کریں۔ اور اس شراب میں تسنیم کے پانی کی ملونی ہوگی۔ تسنیم بہشت کا ایک چشمہ ہے جس میں سے خاص کر مقرب لوگ پئینگے۔

ابن عباسؓ نے فرمایا۔ کہ اصحاب الیمین کو جو شراب دی جائیگی۔ اس میں تو تسنیم کی صرف ملاوٹ ہوگی۔ اور مقربین کو خاص تسنیم پینے کے لئے ملیگا۔

اسی مفہوم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے متعدد مواضع میں بیان فرمایا ہے

ان تمام مقامات کو بغور ملاحظہ کیا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے۔ اور اللہ کی نافرمانی سے بچتا رہے۔ وہ اولیاء اللہ ہے۔

۸۴۔ مسلمانوں کو باہمی مودت اور کفار سے عداوت کی تاکید

اللہ نے اہل ایمان پر فرض کیا ہے۔ کہ ایک دوسرے سے محبت اور کفار سے عداوت رکھیں۔ فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِیْبَنَا دَآىٕرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِیْنَ وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِیْنَ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ

مسلمانو۔ یہود اور نصارٰے کو دوست نہ بناؤ یہ لوگ تمہاری مخالفت میں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور تم میں سے کوئی ان کو دوست بنائیگا۔ تو بیشک وہ بھی ان میں کا ایک ہے۔ کیونکہ خدا ایسے ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا۔ تو اے پیغمبر جن لوگوں کے دلوں میں بے ایمانی کا روگ ہے۔ تم ان کو دیکھو گے۔ کہ ان یہود اور نصارٰے کے دوست بنانے میں بڑی جلدی کرتے ہیں۔ کہتے کیا ہیں۔ کہ ہم کو تو اس بات کا ڈر ہے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ بیٹھے بٹھائے ہم کسی مصیبت کے پھیر میں آجائیں۔ سو کوئی دن جاتا ہے۔ کہ اللہ مسلمانوں کی فتح یا کوئی اور امر اپنی طرف سے پیش لائیگا۔ تو اس وقت یہ منافق اس بدگمانی پر جو اسلام کے غلبے اور اس کی صداقت کی نسبت اپنے دلوں میں چھپاتے تھے۔ پشیمان ہونگے۔ اور اس سے مسلمانوں پر ان کا نفاق کھل جائیگا۔ تو مسلمان ان کے حال

الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ - وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ -	پر افسوس کر کے آپس میں کہینگے - کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں - جو ظاہر میں بڑے زور سے اللہ کی قسمیں کھاتے اور کہا کرتے تھے - کہ

ہم تمہارے ساتھ ہیں - اور اندر اندر یہود کی تائید میں کوششیں کرتے تھے - تو ان کا سارا کیا دھرا اکارت ہؤا - اور سراسر نقصان میں آگئے - مسلمانو - تم میں سے کوئی اپنے دین اسلام سے پھر جائے - تو خدا کو اس کی ذرہ بھی پروا نہیں - وہ ایسے لوگ اور لاموجود کریگا - جن کو وہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ اس کو دوست رکھتے ہونگے - مسلمانوں کے ساتھ نرم - کافروں کے ساتھ کڑے - اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑا دیں گے - اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کچھ باک نہیں رکھینگے - یہ بھی خدا کا ایک فضل ہے - جسکو چاہے - دے - اور اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے - اور وہ سب کے حال سے واقف ہے - مسلمانو - بس تمہارے تو یہی دوست ہیں - اللہ - اور اس کا رسول - اور مسلمان جو نمازیں پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور وہ ہمہ وقت خدا کے آگے جھکے رہتے ہیں - اور جو اللہ اور اللہ کے رسول اور مسلمانوں کا دوست ہوکر رہیگا تو وہ اللہ والا ہے - اور اللہ والوں ہی کا بول بالا ہے +

ان آیات میں اللہ نے بتلا دیا - کہ مومن کا دوست اللہ اور اللہ کا رسول اور مومن بندے ہیں - اور یہ اصول ہر مومن کے ساتھ خاص ہے - جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہو - خواہ وہ اہل نسبت ہو - یعنی کسی شہر - مذہب یا طریقہ کی طرف منسوب ہو یا نہ ہو - اللہ تعالےٰ فرماتا ہے -

(۱) وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ - (۲) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا - لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ - وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ (۳) وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا - فَاِنْ	(۱) اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک کے رفیق ایک ہیں - (۲) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی - اور اللہ کے رستے میں جہاد بھی کئے - اور جن لوگوں نے مہاجرین کو جگہ دی اور ان کی مدد کی - یہی پکے مسلمان ہیں - ان کے لئے گناہوں کی معافی ہے اور عزت و آبرو کی روزی اور جو لوگ بعد کو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی - اور تم مسلمانوں کے ساتھ

بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۔ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔

ہو کر جلد بھی کئے۔ تو وہ تم ہی ہیں داخل ہیں۔ (۳) اور اگر تم مسلمانوں کے دو فرقے آپس میں لڑ پڑیں۔ تو ان میں صلح کرا دو۔ پھر اگر ان میں کا ایک فرقہ دوسرے پر زیادتی کرے۔ تو جو زیادتی کرتا ہے۔ تم بھی اس سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ حکم خدا کی طرف رجوع لائے۔ پھر جب رجوع لائے۔ تو فریقین میں برابری کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کو ملحوظ رکھو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ مسلمان تو بس آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تو اپنے دو بھائیوں میں میل جول کرا دیا کرو۔ اور خدا کے غضب سے ڈرتے رہو۔ تاکہ خدا کی طرف سے تم پر رحم کیا جائے۔

۸۵۔ رشتۂ ایمان کی تمثیل

صحاح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مضمون کی متعدد احادیث مذکور ہیں۔ فرمایا۔

مثل المومنين فى توادهم وتراحمهم وتعاطفهم كمثل الجسد الواحد ۔ اذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالحمى والسهر ۔

مسلمان باہمی دوستی اور رحم اور مہربانی میں ایک جسم کی طرح ہیں۔ ایک عضو بیمار ہو جائے۔ تو بخار اور بیداری کے باعث تمام جسم بیقرار ہو جاتا ہے۔

دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے۔

المومن للمومن كالبنيان يشد بعضه بعضا وشبك بين اصابعه ۔

ایک مسلمان کے رشتہ کی دوسرے مسلمان کے ساتھ اس طرح مثال دی جا سکتی ہے۔ جیسے ایک عمارت ہو۔ اور اس کی اینٹیں ایک دوسری کو پختہ کر رہی ہوں۔ اور اس مثال کو واضح کرنے کے لئے آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھلائیں۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے۔

والذی نفسی بیدہ لا یومن احدکم حتّٰی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ	مجھے اس ذات پاک کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے ۔ کہ جب تک تم میں

سے ہر ایک اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے ۔ جو اپنے لئے چاہتا ہے ۔ تب تک مسلمان نہیں بن سکتا ۔ نیز فرمایا ۔

المسلم اخو المسلم لا یسلمہ ولا یظلمہ	یعنی مسلمان مسلمان کا بھائی ہے ۔ نہ اُسے

دشمن کے پاس بے مدد چھوڑے ۔ اور نہ اس پر ظلم کرے *

ایسے مضامین کی مثالیں کتاب اور سنت میں بیشمار موجود ہیں *

۸۶ ۔ اعتصام بحبل اللہ کی تاکید

مندرجہ بالا آیات میں اللہ نے اپنے مومن بندوں کو دوست ٹھیرایا ہے ۔ ان کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے ۔ اور تبلایا ہے کہ ان کی شان باہمی امداد کرنا ۔ رحم اور مہربانی کرنا ہے ۔ انہیں مل جل کر رہنے کا حکم دیا ہے ۔ اور پھوٹ اور جھگڑے سے منع فرمایا ہے ۔ چنانچہ فرمایا ۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا ۔ نیز فرمایا ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ *

ان نصوص کے ہوتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو کب جائز ہو سکتا ہے ۔ کہ آپس میں پھوٹ اور اختلاف پیدا کر کے محض ظن اور ہوائے نفسانی کی بنا پر بلا دلیل خداوندی ایک جماعت سے دوستی اور ایک جماعت سے دشمنی کرنے لگے ۔ جس سے اللہ نے نبیؐ کو بیزار کر دیا ہے ۔ یہ کام تو اہل بدعت کا ہے ۔ چنانچہ خوارج نے مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کی ۔ اور اپنے مخالفین کے خون کو حلال جانا ۔ لیکن اہل السنۃ والجماعۃ تمام مل کر اللہ کی رسی کو پکڑے ہوئے ہیں ۔ بدعت کی پابندی کا چھوٹے سے چھوٹا نقصان تو یہ ہے ۔ کہ انسان اپنے ہم خیال یا بندِ ہوا شخص کو دوسرے شخص پر ترجیح دینے لگتا ہے ۔ اگرچہ دوسرا شخص اس سے زیادہ متقی ہو ۔ حالانکہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ جس کو اللہ نے بلحاظ تقوےٰ اور صلاح کے مقدم کیا ہے ۔ اسے دوسرے شخص پر مقدم کیا جائے ۔ اور جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے بوجہ پابندی حرص و ہوا کے دُور ہٹا دیا ہے

اسے ہم بھی پیچھے ہٹا دیں۔ جس کے ساتھ اللہ محبت کرے۔ اس سے ہم بھی محبت کریں جس کے ساتھ اللہ اور اس کا رسولؐ بغض رکھیں۔ اس سے ہم بھی بغض رکھیں۔ جس سے وہ منع کریں۔ اس سے رک جائیں۔ جس سے وہ راضی ہوں۔ اس سے ہم بھی راضی ہو جائیں۔ مسلمانوں کو ایک ہاتھ ہو کر رہنا چاہیئے۔ تو یہ کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ یہاں تک نوبت پہنچ جائے۔ کہ بعض لوگ دوسرے لوگوں کو گمراہ اور کافر کہنے لگیں۔ باوجود اس کے کہ وہ راہ صواب پر اور کتاب وسنت کے موافق ہوں۔ اور اگر فی الواقع اس کا دوسرا مسلمان بھائی کسی دینی امر میں غلطی پر ہے۔ تو ہر شخص غلطی کرنے والا کافر اور فاسق تو نہیں ہو جاتا۔

۸۷۔ امت محمدیہ کی خطا اور نسیان معاف ہے

بلکہ اللہ تعالےٰ نے اس امت کی خطا اور نسیان کو بھی معاف کر دیا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ اور مومنین کی دعا اس طرح ذکر فرمائی۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا۔ اور یہ بات صحیح حدیث کی رو سے ثابت ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس کے جواب میں قَدْ فَعَلْتُ فرمایا تھا۔ یعنی میں نے یہ بات قبول کر لی ہے۔

کبھی یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک شخص اسلام کے فروعات میں بھی تمہارے موافق ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہ تمہاری طرح شافعی مذہب پر یا شیخ عدی کے طریق پر ہوتا ہے۔ باوجود اس موافقت اور اتحاد مسلک کے کسی چھوٹی سی چیز میں مخالف بھی ہوتا ہے۔ اور اس بات میں راہ صواب بھی اسی کے ہاں ہوتا ہے۔ تو ان نصوص کے ہوتے ہوئے اس کی آبرو۔ جان اور مال پر حملہ کرنا کب جائز ہے۔ حالانکہ اللہ نے مسلمانوں کے باہمی حقوق اچھی طرح واضح کر دئے ہیں۔ اسی طرح یہ کب جائز ہے۔ کہ چند خود ساختہ ناموں کی بنا پر جن کا اصل کتاب اور سنت میں بالکل پتا ہی نہیں۔ امت میں باہمی اختلاف برپا کر دیا جائے۔

۸۸۔ باہمی افتراق کا نتیجہ۔ تسلط کفار

امت کے علماء۔ مشائخ۔ امراء اور کبراء میں جو تفریق ہے۔ اسی چیز نے اس پر

کفار اور دشمنانِ اسلام کا تسلط بٹھلا دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان غیر ضروری اختلافات میں پڑ کر اللہ اور اس کے رسولؐ کی اصلی اطاعت کو ترک کر دیا۔ چنانچہ فرمایا۔

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۔

اور جو لوگ اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں ہم نے ان سے بھی عہد و پیمان لیا تھا۔ تو جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی۔ وہ بھی اس میں سے بڑا حصہ (یعنی پیغمبر آخر الزمان پر ایمان لانا) بھلا بیٹھے۔ تو اس کی سزا میں ہم نے ان میں عداوت اور کینے کی آگ کو روزِ قیامت تک بھڑکا دیا۔

جب کبھی لوگوں نے اللہ کے بعض احکام ترک کر دئیے۔ ان کے درمیان عداوت اور بغض پڑ گیا۔ جب کبھی قوم میں فساد اٹھا۔ وہ ہلاکت کو پہنچ گئی۔ اسی طرح جب وہ آپس میں متفق ہو کر رہنے لگی۔ تو ان کی حالت بھی درست ہو گئی۔ اور اسے حکومت بھی حاصل ہوئی۔ وجہ یہ ہے کہ متفق ہو کر رہنے سے رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔ اور پھوٹ میں عذاب نازل ہوتا ہے۔

۸۹۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

اور ان تمام باتوں کا مدار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر موقوف ہے۔ چنانچہ آیات ذیل سے واضح ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۔ وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم

مسلمانو۔ اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور اسلام پر ہی مرنا۔ اور سب مل کر اللہ کے دین کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا۔ اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا۔ اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو۔ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا

مِنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ - وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ	کی - اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے - اور تم آگ کے گڑھے یعنی دوزخ کے کنارے آ لگے تھے - پھر اس نے تم کو اس سے بچا لیا - اسی طرح اللہ تعالےٰ اپنے احکام تم سے

کھول کھول کر بیان کرتا ہے - تاکہ تم راہِ راست پر آجاؤ - اور تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہیئے - جو لوگوں کو نیک کام کی طرف بلائیں - اور اچھے کام کرنے کو کہیں - اور بُرے کاموں سے منع کریں - اور ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچینگے +

منجملہ امر بالمعروف کے ایک یہ بھی ہے - کہ مسلمان آپس میں جتھابنا کر رہیں - اور باہمی پھوٹ اور نا اتفاقی سے بچتے رہیں - اور منجملہ نہی عن المنکر کے یہ ہے - کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی شریعت سے باہر نکلے - اس پر شرعی حدود جاری کی جائیں +

۹۰ - بعض عقائد جن سے بزور توبہ کرائی جائے

مثلاً جس شخص کا اعتقاد ہو - کہ فلاں شخص معبود ہے - یا کسی میت کو پکارے - یا اس سے رزق - امداد - ہدایت طلب کرے - اور اس پر توکل کرے - یا اس کے سامنے سربسجود ہو - تو اسے توبہ پر مجبور کیا جائے - توبہ کرے - تو فبہا - ورنہ اس کی گردن اُڑا دی جائے - علیٰ ہٰذا القیاس جو شخص کسی شیخ کا مرتبہ نبیؐ سے بڑھائے یا کہے - کہ فلاں ولی کو رسولؐ کریم کی اطاعت کی ضرورت نہیں - اسے بھی توبہ پر مجبور کیا جائے - اور بصورت عدم قبول اس کی بھی گردن اُڑا دی جائے - یہی سلوک اس شخص کے ساتھ بھی کیا جائیگا - جس کا عقیدہ یہ ہو - کہ موسےٰؑ کے ساتھ جس طرح خضرؑ تھے - ایسا ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی کوئی ولی ہوتا تھا - وجہ یہ ہے - کہ خضرؑ موسےٰؑ کی امت سے نہیں تھے - اور نہ ہی ان پر موسیٰؑ کی اطاعت واجب تھی - بلکہ خضرؑ نے موسےٰؑ سے کہ دیا تھا - کہ مجھے اللہ کی طرف سے ایک خاص علم حاصل ہے - جس کو آپ نہیں جانتے - اسی طرح آپ کو بھی اللہ نے ایک علم سکھلایا ہے - جس سے میں ناواقف ہوں - اور موسےٰؑ صرف بنی

اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اس لئے خضرؑ پر ان کی اطاعت واجب نہ تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وکان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ و بعثت الی الناس عامۃ یعنی پہلے تمام نبی اپنی اپنی خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ لیکن میں تو دنیا کی تمام اقوام کی ہدایت کی خاطر بھیجا گیا ہوں۔ اور رسول کریم تو جنوں اور انسانوں دونو کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ تو جس شخص کا اعتقاد ہو۔ کہ فلاں شخص کو آپ کی شریعت سے نکلنا جائز ہے۔ وہ کافر ہے۔ اس کا قتل واجب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرے۔ جس کا ثبوت کتاب وسنت میں نہ ملے۔ اور اس کی بنا پر دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھے۔ یا ان کا خون اور مال حلال سمجھے۔ تو اسے ایسی سزا دینی چاہیئے۔ کہ وہ اس سے باز آجائے اگرچہ قتل اور قتال کی نوبت آئے۔ کیونکہ ہر گمراہ فرقہ میں ایسے بدعقیدہ لوگوں کو اگر سزا دی جائے۔ اور ہر گروہ کے متقین کی عزت کی جائے۔ تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضامندی کا بہت بڑا سبب ہوگا۔ اور مسلمانوں کا مجموعی کام درست ہوگا۔ ہر ایک جماعت کے علماء۔ امراء اور مشائخ پر واجب ہے۔ کہ عوام الناس کے درست کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ وہ حقیقی معنیٰ میں اولی الامر ہیں۔ انہیں نیکی کا حکم کریں اور برائیوں سے روکیں۔ کیونکہ امر بالمعروف سے وہ احکام مراد ہیں۔ جن کا اللہ اور اس کے رسولؐ نے حکم دیا۔ اور نہی عن المنکر سے وہ چیزیں مراد ہیں۔ جن سے رُکنے کا حکم دیا ہے +

۹۱۔ امر بالمعروف کے اقسام

امر بالمعروف میں مندرجہ ذیل چیزیں شامل ہیں۔ اور یہ بمنزلہ اصول شرائع کے ہیں۔ پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر ادا کرنا۔ جمعہ قائم کرنا۔ اور واجبات۔ اور سنن مؤکدہ مثلاً عیدین۔ نماز کسوف۔ استسقار۔ تراویح۔ اور نماز جنازہ کی جماعت وغیرہ وغیرہ صدقات مشروعہ ادا کرنا۔ مشروع روزے رکھنا۔ بیت اللہ کا حج کرنا۔ اللہ تعالےٰ۔ فرشتوں۔ کتابوں اور روز آخرت پر ایمان لانا۔ اور ہر نیکی اور بدی کا اندازہ اللہ کے ہاں

سے بانسا۔ مقام احسان حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ اور وہ یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے۔ گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تجھے یہ مرتبہ حاصل نہیں تو کم از کم یہ ہو۔ کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ امور باطنہ اور ظاہرہ کی پابندی۔ مثلاً دین کو اللہ کے لئے خاص کرنا اس پر توکل رکھنا۔ اللہ اور رسولؐ کو باقی تمام چیزوں سے محبوب رکھنا اللہ کی رحمت کی امید اور اس کے عذاب کا خوف رکھنا۔ اللہ کے احکام کی بجا آوری میں صبر اور استقامت سے کام لینا۔ اللہ کے حکم کے سامنے گردن جھکانا۔ سچ بولنا۔ ایفائے عہد۔ امانات کو ان کے اہل کی طرف پہنچا دینا۔ والدین سے سلوک رکھنا۔ صلۂ رحمی کرنا۔ نیکی اور تقوٰے پر معاونت کرنا۔ ہمسایہ۔ یتیم۔ مسکین۔ مسافر۔ خاوند۔ بیوی۔ اور غلام کے ساتھ سلوک کرنا۔ اقوال اور افعال میں عدل کو ملحوظ رکھنا۔ پھر مستحب کاموں۔ یعنی اخلاق حمیدہ کی پابندی مثلاً جو الگ کردے اس سے ملنا۔ جو محروم کردے اسے دینا۔ جو ظلم کرے۔ اسے معاف کرنا۔ چنانچہ فرمایا۔

وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ۔ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۔ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ ۔ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۔

اور برائی کا بدلہ ہے ویسی ہی برائی۔ اس پر بھی جو معاف کردے اور صلح کرلے۔ تو اس کا ثواب اللہ کے ذمّے ہے۔ بیشک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور ہاں کسی پر ظلم ہوا ہو۔ اور وہ اس کے بعد بدلہ لے۔ تو یہ لوگ معذور ہیں۔ ان پر کوئی الزام نہیں۔ الزام تو انہیں پر ہے۔ جو لوگوں پر ظلم کرتے۔ اور ناحق ناروا ملک میں لوگوں پر زیادتی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو عذاب دردناک ہوتا ہے۔ اور البتہ جو شخص صبر کرے۔ اور دوسرے کی خطا بخش دے۔ تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں*

۹۲۔ نہی عن المنکر کے اقسام

نہی عن المنکر میں مندرجہ ذیل اقسام شامل ہیں۔ سب سے بڑا گناہ شرک

ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی پکارا جائے۔ مثلاً سورج چاند۔ ستارے۔ فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ۔ نبیوں میں سے کوئی نبی۔ صالحین میں سے کوئی نیک شخص۔ جنوں میں سے کوئی جن۔ یا ان کی مورتوں۔ تصویروں۔ اور قبروں کی پرستش کی جائے۔ یا ان کے علاوہ اور چیزیں جن کو اللہ کے سوا پکارا جائے۔ یا ان سے فریاد طلب کی جائے۔ انہیں سجدہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں اور ان کی امثال شرک میں داخل ہیں۔ اور اللہ نے تمام انبیا کی زبان پر شرک حرام قرار دیا ہے۔ علی ہذا القیاس اللہ نے ناحق کسی نفس کے قتل کر دینے کو حرام ٹھیرایا ہے۔ لوگوں کا مال لوٹ کر۔ یا سُود۔ جوئے۔ اور ان معاملات اور بیوع کے ذریعے کھانا۔ جن سے اللہ اور اس کے رسولؐ نے منع کیا۔ کیونکہ یہ تمام ذرائع اکل اموال الناس بالباطل کے ہیں۔ اسی طرح قطع رحمی والدین کی نافرمانی۔ ماپ اور تول میں کمی کرنا۔ گناہ اور ناحق سرکشی کا مرتکب ہونا +

۹۳۔ افترا علی اللہ کے اقسام

اسی طرح اللہ نے منع کیا ہے۔ کہ کوئی شخص اللہ کی نسبت وہ بات کہے۔ جس کا اسے علم نہیں۔ مثلاً اللہ اور اس کے رسولؐ کی زبانی ایسی احادیث روایت کرے۔ اور انہیں صحیح بتلائے۔ جن کے صحیح ہونے کا اسے خود بھی علم نہیں۔ اللہ کو ایسے صفات کے ساتھ متصف کرے۔ جن کے متعلق نہ تو کلام اللہ میں کوئی آیت وارد ہوئی۔ اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ان کا پتہ چلتا ہے۔ اور یہ صفات خواہ نفی اور تعطیل کی جانب سے ہوں۔ چنانچہ جہمیہ کا اعتقاد ہے۔ کہ اللہ عرش کے اوپر نہیں ہے۔ اور نہ آسمانوں پر ہے۔ نہ آخرت میں اس کا دیدار ہوگا۔ نہ اللہ کلام کرتا ہے۔ نہ محبت کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اور بہت سی باتیں جن کے ذریعے وہ اللہ اور اس کے رسول پر بہتان باندھ رہے ہیں۔ یا اثبات اور تمثیل کی جانب سے مثلاً گمان کرنا۔ کہ اللہ زمین پر چلتا ہے۔ یا اپنی مخلوق کے ساتھ مجلس کرتا ہے۔ یا دنیا میں ان آنکھوں کے ذریعے لوگوں کو دکھلائی دیتا ہے۔ یا یہ کہ آسمان اس کو گھیرے اور احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اس نے اپنی مخلوق میں حلول کیا ہے۔ اور اسی قسم کے اور بہتان جو اللہ پر لگائے جاسکتے ہیں ۔

۹۴۔ عبادات بدعیہ غیر شرعیہ

اسی طرح وہ نو ایجاد بدعتی عبادتیں ہیں۔ جو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے مشروع نہیں گردانیں۔ چنانچہ فرمایا۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ | کیا ان لوگوں نے خدا کے شریک بنا رکھے ہیں اور انہوں نے ان کے لئے دین کا رستہ ٹھہرایا ہے جس کا خدا نے حکم نہیں دیا ۔

کیونکہ اللہ نے جب اپنے مومن بندوں کے لئے عبادات مشروع کیں۔ تو شیطان نے بھی نئی نئی عبادتیں ایجاد کرکے ان اصلی عبادتوں کے مشابہ کردیا۔ چنانچہ اللہ نے بندوں کے لئے یہ مشروع کیا۔ کہ وہ صرف اکیلے اسی کی عبادت کریں۔ اس کے مقابلہ میں شیطان نے بھی عبادت لاکھڑی کی۔ اور وہ غیر اللہ کی پرستش اور خدا کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اللہ نے پانچ نمازیں۔ نمازوں میں قرآن پڑھنا۔ قرآن کو کان لگا کر سننا۔ اور نماز سے الگ بھی خالی قرآن سننے کے لئے اکٹھا ہونا مشروع کیا۔ چنانچہ پہلی سورت جو اُس نے اپنے نبیؐ پر نازل فرمائی۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ الخ ہے۔ اس کی پہلی آیت میں قراءت کا اور آخری آیت وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ میں سجدہ کا حکم دیا۔ چنانچہ نماز میں سب سے بڑا ذکر قرآت قرآن۔ اور ارکان میں سب سے بڑا رکن سجدہ ہے۔ جو خالص اللہ کو کیا جائے۔ نیز فرمایا۔

(۱) وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ۔ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ (۲) وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ | (۱) اور صبح کو تلاوت کرو۔ کیونکہ صبح کا وقت نور ظہور کا وقت ہے۔ (۲) لوگو۔ جب قرآن پڑھا جائے۔ تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو۔ عجب نہیں۔ کہ اس کی برکت سے تم پر رحم کیا جائے ۔

۹۵- سلف صالحین کا سماع

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب جمع ہو جاتے۔ تو ایک کو کہتے۔ کہ قرآن پڑھ۔ اور باقی سنتے رہتے۔ حضرت عمرؓ حضرت ابو موسےٰؓ اشعری کو جو نہایت خوش الحان تھے۔ کہا کرتے تھے۔ ذکرنا ربنا۔ ہمیں ہمارا رب یاد دلائیے۔ تو وہ قرآن پڑھتے اور لوگ سنتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو موسےٰؓ کے پاس سے گذرے۔ اور وہ قرآن پڑھ رہے تھے۔ آپ نے ان کی قراءت سننی شروع کر دی۔ دوسرے دن فرمایا۔ اے ابو موسےٰؓ۔ میں کل رات تیرے پاس سے گذرا۔ تو میں نے تیری قرارت سننی شروع کر دی۔ ابو موسےٰؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اگر مجھے پتہ لگ جاتا۔ تو آپ کی خاطر زیادہ خوش الحانی سے پڑھنے کی کوشش کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ جس طرح آقا اپنی لونڈی کے گیت کو شوق سے سنتا ہے۔ اس سے کہیں بڑھ کر اللہ تعالےٰ اپنے بندے کی قرأت کو پسند کرتا ہے۔ جب کہ وہ خوش الحانی سے قرآن پڑھ رہا ہو۔

یہ سماع تو مومنین۔ سلف امت۔ اور اکابر مشائخ اولین مثلاً معروف کرخی۔ فضیل بن عیاض۔ ابو سلیمان دارانی۔ اور متاخرین مثلاً شیخ عبد القادرؒ۔ شیخ عدی بن مسافر۔ شیخ ابو مدین وغیرہم رحمہم اللہ کا ہے۔

۹۶- مشرکین کا سماع

باقی رہے مشرکین۔ تو ان کا سماع وہ تھا۔ جو اللہ نے قرآن میں ذکر فرمایا۔ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً یعنی ان کی نماز ہی تھی۔ کہ خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ سلف کا قول ہے۔ کہ مُكَاءً کے معنے سیٹی اور تصدیۃ کے معنے ہاتھ سے تالیاں بجانا ہے۔ مشرکین مسجد حرام میں جمع ہوتے تالیاں بجاتے۔ اور آوازیں کستے تھے۔ اور اسے عبادت اور نماز سمجھتے تھے۔ اللہ نے اس

پر مذمت نازل فرمائی۔ اور ان چیزوں کو منجملہ باطل امور کے ٹھیرایا۔ جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ تو جس شخص نے اس قسم کے مشرکین کے سماع کو عبادت اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا۔ وہ بعض امور میں ان لوگوں کے مشابہ ہے۔ قرون ثلاثہ میں جن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیرالقرون فرمایا ہے۔ کسی نے ایسا نہیں کیا۔ نہ ہی اکابر مشائخ سے ثابت ہے۔

باقی رہا سماع غنا یعنی وہ گیت جو بطور کھیل کے گائے جاتے ہیں۔ تو یہ تو عورتوں اور لڑکیوں کے خوش کرنے کی چیزیں ہیں۔ اس کے جواز میں بعض آثار بھی ملتے ہیں۔ کیونکہ دین اسلام میں ایسی باتوں کی گنجائش ہے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

۹۷۔ دین کا ستون۔ نماز 12114

دین کا ستون کہ بدون اس کے دین قائم نہیں رہ سکتا۔ وہ تو پانچ فرض نمازیں ہیں۔ جس قدر دوسرے فرائض اور واجبات میں مسلمانوں کو توجہ کرنی ضروری ہے۔ اس سے کہیں بڑھ کر نماز کی ادائیگی کا لحاظ رکھنا چاہئیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عمال کی طرف لکھا کرتے تھے۔ ان اهم امركم عندی الصلوٰۃ فمن حفظها وحافظ عليها حفظ دينه ومن ضيعها كان لما سواها من عمله اشد اضاعة۔ یعنی میرے نزدیک تمام امور سے بڑھ کر نماز ہے۔ جو شخص اس کی حفاظت کرے۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی حفاظت کی تاکید کرے۔ وہ اپنے دین کی حفاظت کر لیتا ہے۔ جو اس کو ضائع کرے۔ وہ باقی عبادات کو اس سے بھی زیادہ ضائع کریگا۔

منجملہ تمام عبادات کے پہلی چیز جو اللہ نے واجب کی۔ نماز ہے۔ شب معراج میں خود اللہ تعالےٰ نے بلا واسطہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پانچ نمازیں فرض کیں۔ اور آخری چیز ہے۔ جس کی وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دنیا سے رخصت ہونے کے وقت کی۔ بار بار فرماتے تھے۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملكت ايمانكم

یعنی نماز کو قائم رکھنا۔ اور لونڈیوں کے حقوق کی حفاظت کرنا۔ اور اعمال میں سب سے پہلے قیامت کے دن نماز کا حساب ہوگا۔ اور یہی سب سے آخری چیز ہے۔ جو تمام دین کے مفقود ہونے کے بعد بھی رہیگی۔ جب یہ چیز مفقود ہو جائیگی۔ تو تمام دین مفقود ہو جائیگا۔ یہی دین کا ستون ہے۔ جب ستون گر گیا۔ تو تمام دین گر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: راس الامر الاسلام۔ وعمودہ الصّلوٰۃ وذروۃ سنامہ الجہاد فی سبیل اللّٰہ۔ یعنی اطاعت اور عبودیت کی جڑ اسلام ہے۔ اس کا ستون نماز ہے۔ اور اس کی انتہائی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے۔ جنہوں نے نمازیں کھوئیں اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے۔ سو ان کی گمراہی ان کے آگے آئیگی۔ اور پچھلی حدیث میں جو ضَيَّعَ کا لفظ آیا ہے۔ تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اضاعتہا تاخیرھا عن وقتہا۔ ولو ترکوھا کانوا کفارًا۔ یعنی نماز کو ضائع کرنے سے مراد یہ ہے۔ کہ اسے وقت پر ادا نہ کیا جائے۔ بالکل چھوڑ دینا اس کا مطلب نہیں۔ کیونکہ اگر بالکل چھوڑ دیں۔ تو کافر ہو جائیں۔ نیز اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔ نمازوں کی حفاظت کرو۔ خصوصاً درمیانی نماز کی۔ اور محافظت کے معنیٰ یہ ہیں۔ کہ اسے وقت پر ادا کیا جائے۔ نیز فرمایا۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ۔ ان نمازیوں کی بڑی تباہی ہے۔ جو اپنی نماز کی طرف سے غفلت کرتے ہیں۔ یہاں ساہون سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو نمازوں میں اتنی دیر کرتے ہیں۔ کہ وقت نکل جاتا ہے۔

۹۸۔ بلاضرورت جمع بین الصلاتین جائز نہیں

مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ کہ دن کی نماز کو رات تک اور رات کی نماز کو دن تک کسی حالت میں مؤخر کرنا کسی کے لئے حتّٰی کہ مسافر۔ مریض وغیرہ کے لئے بھی جائز نہیں

ہاں صرف اتنی بات جائز ہے۔ کہ سخت ضرورت کے وقت دن کی دو نمازوں ظہر اور عصر کو ایک وقت ظہر یا عصر میں اور رات کی دو نمازوں مغرب اور عشا کو ایک وقت مغرب یا عشا میں جمع کرسکتا ہے۔ اور یہ حاجت مسافر اور مریض کو یا انسان کو بارش اور اسی قسم کی دوسری معذوری کی حالت میں پڑ سکتی ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں پر واجب کیا ہے۔ کہ اپنی حسب طاقت نمازیں ادا کریں۔ چنانچہ فرمایا۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ یعنی اللہ سے بقدر امکان ڈرو۔ تو انسان پر فرض ہے کہ کامل طہارت، کامل قرأت اور کامل رکوع اور سجود کے ساتھ نماز ادا کرے۔ اگر اسے پانی نہ ملے۔ یا پانی کے استعمال سے اسے ضرر پہنچتا ہو۔ مثلاً بیمار ہوجانے یا سردی لگ جانے کا اندیشہ ہو۔ اور وہ جنبی یا بے وضو ہو۔ تو تیمم کرلے۔ اس طرح کہ پاک مٹی لے کر اپنے چہرہ اور ہاتھوں پر مل لے۔ اور فوراً نماز ادا کرے۔ وقت سے ہرگز موخر نہ کرے۔ یہ بات باتفاق علما صحیح ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس جب کہ انسان محبوس یا قید ہو۔ یا لنگڑا ہو۔ یا اس کے علاوہ کوئی اور عذر ہو۔ تو اپنی حالت کے موافق نماز ادا کرے۔ جب دشمن سامنے ہو۔ تو صلوٰۃ خوف ادا کرے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۔ إِنَّ الْكٰفِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا ۔ وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ

اور مسلمانو جب تم جہاد کے لئے کہیں جاؤ۔ اور تم کو خوف ہو۔ کہ کہیں کافر تم سے نماز پڑھنے میں لڑائی کی چھیڑ چھاڑ نہ کرنے لگیں۔ تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ کہ نمازیں سے کچھ گھٹا دیا کرو۔ بیشک کافر تو تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ تم کو اطمینان سے نماز نہیں پڑھنے دینگے۔ اور اے پیغمبر جب تم مسلمانوں کی فوج کے ہمراہ ہو۔ اور امام بن کران کو نماز پڑھانے لگو۔ تو مسلمانوں کی ایک جماعت مقتدی بن کر تمہارے ساتھ کھڑی ہو۔ اور اپنے ہتھیار لئے رہیں۔ پھر جب سجدہ کرچکیں۔ تو پیچھے ہٹ جائیں۔ اور دوسری جماعت جو اب تک شریک نماز نہیں

كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَنْ تَضَعُوْا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا - فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ - اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا -

ہوئی - اگر تمہارے ساتھ نماز میں شریک ہو۔ اور ہوشیاری رکھیں۔ اور اپنے ہتھیار لئے رہیں کافروں کی تمنا تو یہ ہے - کہ تم ذرا بھی اپنے ہتھیاروں اور سازو سامان سے غافل ہوجاؤ - تو یکبارگی تم پر ٹوٹ پڑیں۔ اور اگر تم لوگوں کو مینہ کی وجہ سے کچھ تکلیف ہو۔ یا تم بیمار ہو - تو اپنے ہتھیار اتار رکھنے میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔ ہاں اپنی ہوشیاری رکھو بے شک اللہ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے - پھر جب تم نماز خوف پوری کر چکو۔ تو اس کے بعد کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اللہ کی یادگاری میں لگے رہو۔ پھر جب تم دشمن کی طرف سے مطمئن ہوجاؤ - تو معمول کے مطابق نماز پڑھو - کیونکہ مسلمانوں پر نماز بقید وقت فرض ہے +

لہذا مسلمانوں میں سے جو لوگ قدرت رکھتے ہیں - ان پر واجب ہے - کہ مردوں عورتوں اور بچوں میں سے ہرایک کو نماز کی تاکید کریں - قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مروھم بالصّلوٰۃ لسبع واضربوھم علی ترکھا لعشر و فرقوا بینھم فی المضاجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ اپنے بچوں کو نماز کا حکم کرو جب کہ وہ سات برس کے ہوجائیں - اور دس سال کے بچے اگر نماز چھوڑ دیں تو انہیں مارو - اور انہیں الگ الگ سلاؤ +

۹۹ - تعزیر تارکین صلواۃ

ہر بالغ شخص جب پانچ نمازوں میں سے ایک نماز ترک کر دے - یا اس کے بعض متفق علیہ فرائض چھوڑ دے - تو اسے توبہ پر مجبور کیا جائے - اگر باز نہ آئے - تو قتل کر دیا جائے - بعض علماء کہتے ہیں - کہ تارک الصلوٰۃ مرتد اور کافر ہوجاتا ہے - نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے - اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے +

بعض علماء کہتے ہیں۔ کہ رہزن۔ قاتل نفس اور شادی شدہ زانی کی جو سزا ہے۔ وہ تارک الصلوٰۃ کی ہے۔

نماز ایک عظیم الشان عمل ہے۔ اس کی مفصل بحث کی یہاں گنجائش نہیں۔ کیونکہ وہی دین کا مدار اور ستون ہے۔ اللہ تعالے نے قرآن میں تمام فرائض سے بڑھ کر اس پر زور دیا ہے۔ اور اسے سب سے بڑا فرض قرار دیا ہے۔ کہیں اسے ذکر کے ساتھ خاص کیا ہے۔ کہیں اسے زکوٰۃ کے متصل بیان کیا ہے۔ کسی جگہ صبر اور کسی جگہ قربانی کے ساتھ ملا کر نماز کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ۔ نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ ادا کرو۔ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ صبر اور نماز کی پابندی سے مدد حاصل کرو۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ اپنے رب کی خاطر نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ میری نماز اور میری تمام عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے۔ اور میں اس کے فرمانبردار بندوں میں پہلا فرمانبردار ہوں۔

کبھی افعال حسنہ کا ذکر کرتے ہوئے پہلے نماز کا ذکر کرتا ہے۔ اور کبھی اعمال حسنہ کو نماز پر ختم کر دیتا ہے۔ چنانچہ سورۂ معارج میں ہے۔ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۔۔۔ اِلٰی قولہ۔ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ۔ مگر ان لوگوں کا ہرگز ایسا حال نہیں۔ جو نماز گذار ہیں۔ اور وہ اپنی نماز کو ہرگز ناغہ نہیں ہونے دیتے۔ اور جن کے مالوں میں منہ پھاڑ کر مانگنے والے اور نہ مانگنے والے دونو کا ایک حصہ معین مقرر ہے۔ اور جو روز جزا کا یقین رکھتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ بیشک ان کے پروردگار کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کو بچائے رہتے ہیں۔ مگر اپنی بیوی اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی لونڈیوں سے کہ ان کے ساتھ مصروف ہوتے ہیں ان پر کچھ الزام نہیں۔ ہاں جو لوگ ان کے علاوہ اور کے طلبگار ہوں۔ تو ان کو سمجھو۔ کہ وہ حد فطرت سے بڑھ گئے ہیں۔ اور وہ جو اپنی تحویل کی امانتوں کا اور اپنے عہد کا پاس کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی گواہیوں پر ثابت

قدم رہتے اور وہ جو اپنی نماز کی خبر رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں۔ جو عزت سے بہشت کے باغوں میں ہونگے ۔

سورۂ مومنون میں اس طرح آیا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۔۔۔ الیٰ قولہ ۔ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ ایمان والے اپنی مراد کو پہنچ گئے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں۔ اور وہ جو نکمّی باتوں کی طرف رخ نہیں کرتے۔ اور وہ جو زکوٰۃ دیا کرتے اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے مگر اپنی بی بیوں اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی لونڈیوں سے کہ ان میں ان پر کچھ الزام نہیں۔ لیکن جو اس کے علاوہ طلبگار ہوں۔ تو وہی لوگ حد شرع سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس ملحوظ رکھتے۔ اور وہ جو اپنی نمازوں کے پابند ہیں۔ یہی لوگ آدمؑ کے اصلی وارث ہیں۔ جو بہشت بریں کی میراث پائیں گے۔ اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہینگے ۔

۱۰۰۔ خاتمہ اور دعا

آخر میں ہم اللہ تبارک وتعالے سے دعا کرتے ہیں۔ کہ ہمیں بھی اور تمہیں بھی ان لوگوں میں شامل کرے۔ جو جنت فردوس کے وارث ہونگے۔ اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ والحمد للہ وحدہ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیرًا ۔

ہے۔ مع متن عربی قیمت چار آنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴

بندگی ۔ یعنی آیۃ یَآیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمْ کی ضخیم تفسیر ۔ مجلد ۔ قیمت دو روپے ۔ عہ

کتاب الوسیلہ ۔ یعنی ترجمہ اردو کتاب **التوسل والوسیلہ** حجم ۲۶۵ قیمت ۔ عہ

مقالات اصحاب الصفہ ۔ قیمت دس آنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰

العروۃ الوثقیٰ ۔ یعنی ترجمہ **الواسطہ بین الخلق والحق** ۔ قیمت چھ آنے ۔ ۔ ۶

ائمہ اسلام ۔ یعنی اردو ترجمہ **رفع الملام عن ائمۃ الاعلام** قیمت بارہ آنے ۔ ۱۲

تفسیر سورہ کوثر ۔ قیمت چار آنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴

خلاف الامۃ فی العبادات ۔ قیمت پانچ آنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵

اسوۂ حسنہ ۔ یعنی امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **زاد المعاد** کا خلاصہ بزبان اردو از مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی قیمت دو روپے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

کتاب التقدیر ۔ مصنفہ شیخ الاسلام امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ بزبان اردو ۔ حجم تقریباً آٹھ سو صفحات ۔ قیمت تین روپے بارہ آنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲/۳

اثبات التوحید ۔ یہ کتاب تقویۃ الایمان کی حمایت میں لکھی گئی ہے ۔ یعنی تقویۃ الایمان کی بعض عبارات پر جو احناف بریلویہ نے بے بنیاد طوفان اور افترا باندھے ہیں ۔ ان کا دندان شکن جواب اور تقویۃ الایمان کی ان عبارات کا صحیح مفہوم ۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی نے تقویۃ الایمان کے خلاف ایک کتاب بنام انوار آفتاب صداقت لکھی تھی ۔ جس میں امام ابن تیمیہؒ ۔ حضرت شہیدؒ ۔ اور اکابر اہل حدیث اور احناف دیوبند پر طرح طرح کے الزام عائد کئے تھے ۔ اس کے جواب میں مولانا مولوی محمد حسین صاحب قریشی امین آبادی نے کتاب اثبات التوحید تصنیف کی ۔ جس میں فاضل مؤلف نے قریباً بتیس ۳۲ مسائل پر بحث کر کے قرآن و حدیث کے نصوص قطعیہ کی رو سے قاضی فضل احمد کے اعتراضات کو توڑ دیا ۔ اور اہل سنت کا جو صحیح صحیح عقیدہ ہونا چاہیے ۔ وہ بالوضاحت درج کر دیا ہے ۔ چونکہ توحید کی صحیح تعلیم کے بغیر ایمان کی تکمیل ممکن نہیں ۔ اور اسلام کے ارکان کی حقیقت پر دھبہ لگتا ہے ۔ اس لئے ضروری ہے ۔ کہ اپنے ایمان اور اسلام کو درست بنانے کے لئے تعصب کو دور کر کے اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے ۔ تقطیع ۔ الوصیۃ الکبریٰ کے برابر ۔ حجم ۱۶۸ ۔ قیمت ایک روپیہ ۔ عہ

تقویۃ الایمان ۔ مصنفہ مولانا شاہ اسمٰعیل صاحب شہیدؒ پاکٹ سائز ۔ خوبصورت چھاپہ ۔ شروع میں ایک مقدمہ ہے ۔ جو مولانا محی الدین احمد ۔ بی ۔ اے ۔ قصوری کا لکھا ہوا ہے ۔ جس میں شاہ اسمٰعیل

شہید رحمہ کے مختصر حالات زندگی بھی درج ہیں۔ قیمت دس آنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰ر

حقیقۃ الصلوٰۃ مع مثنوی سلک نور۔ اس میں تبلایا گیا ہے۔ کہ انسان خداے تعالےٰ کے دربار میں حاضر ہو کر کس طرح خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرے۔ اور قومہ۔ جلسہ۔ رکوع و سجود غرضیکہ ہر رکن میں اللہ تعالےٰ کی عظمت کا کس طرح خیال رکھے۔ آخر میں نماز کے فضائل میں ایک دلپذیر اور مبسوط مثنوی درج ہے۔ مصنفہ مولانا شاہ اسمٰعیل صاحب شہیدؒ۔ قیمت ۳ر

تفسیر سورۂ والتین ۔ از مولٰنا ابوالکلام صاحب آزاد۔ اس کتاب میں مسئلہ خیر و شر اور جزائے اعمال جس مؤثر اور مدلل طرز سے ادا ہوا ہے۔ وہ ہر انسان کے غور و فکر کے قابل ہے۔ اور توجیہ اقسام قرآنی پر معرکۃ الآرا مضمون بھی درج کر دیا گیا ہے۔ بڑی بھاری خوبی یہ ہے۔ کہ آپ کی تفسیر حدیث نبوی اور آثار صحابہؓ کے مطابق ہوتی ہے۔ قیمت آٹھ آنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸ر

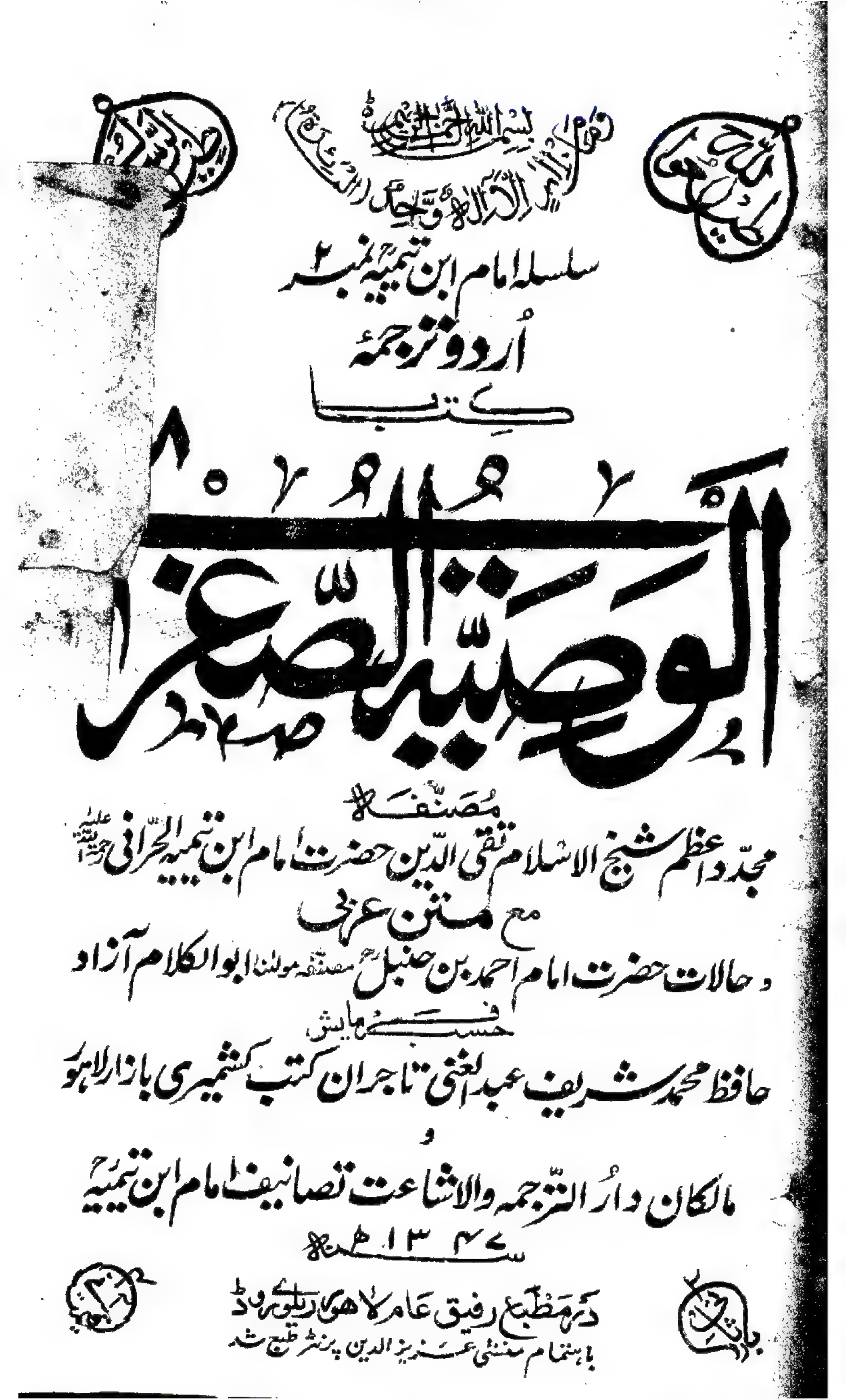
الدُّرُّ النَّضید ۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی اسی نام کی عربی کتاب کا اردو ترجمہ۔ توحید میں بے مثل کتاب ہے۔ قیمت بارہ آنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲ر

خزینۃ المیراث اردو ۔ مصنفہ مولوی فتح الدین صاحب خوشابی۔ جس قدر علم فرائض اور میراث کے متعلق مختلف رسائل اور تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔ ان سب میں یہ کتاب اپنی نوعیت میں بالکل نرالی ہے۔ فاضل مؤلف نے مختلف جدولوں میں جہاں تک ہو سکا۔ ایسی صورتیں مندرج کر دی ہیں جو عام طور پر ممکن الوقوع ہو سکتی ہیں۔ ہر صورت مسئلہ کا تلاش کرنا بالکل آسان کر دیا ہے۔ مسئلہ کی کسی صورت کے حل کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ جمیع صورت حل شدہ اس سے مل سکتی ہیں۔ گویا یہ کتاب علم میراث کی جنتری ہے۔ جس مسئلہ کو دیکھنا ہو۔ فہرست سے اس کو دیکھا۔ اور ہر ایک وارث کے حصص کو جداگانہ پڑھ لیا۔ ہر طبقہ کے اشخاص اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ علمائے کرام کے لئے تقسیم میراث کے فرض منصبی ادا کرنے میں بہترین معاون اور اردو دان اصحاب کے لئے اہم علم میراث کی پیچیدگیوں کے حل کرنے میں اُستاد کامل کا کام دیتی ہے۔ قانون پیشہ اصحاب اور وکلا نے بھی اسے نہایت مفید اور بے مثل بتلایا ہے۔ فاضل مؤلف کی پندرہ برس کی لگاتار محنت اور عرقریزی کا نتیجہ ہے۔ حجم ۱۰۰ صفحات۔ قیمت باوجود ان خوبیوں کے صرف دو روپے آٹھ آنے ۔ ۔ عمہ

ان کے علاوہ ہر ایک قسم کی کتابیں مل سکتی ہیں۔ فہرست کتب مفت طلب فرماویں

مندرجہ ذیل پتہ پر آنی چاہئیں:۔

محمد شریف عبدالغنی تاجران کتب کشمیری بازار۔ لاہور



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ امام ابن تیمیہ نمبر ۲

اردو ترجمہ

کتاب

الوصیۃ الصغریٰ

مصنفہ

مجدد اعظم شیخ الاسلام تقی الدین حضرت امام ابن تیمیہ الحرانی رحمۃ اللہ علیہ

مع متن عربی

و حالات حضرت امام احمد بن حنبل رح مصنفہ مولانا ابو الکلام آزاد

حسب فرمایش

حافظ محمد شریف عبد الغنی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

و

مالکان دار الترجمہ والاشاعت تصانیف امام ابن تیمیہ رح

سنہ ۱۳۴۷ھ

در مطبع رفیق عام لاہور ریلوے روڈ

باہتمام منشی عزیز الدین پرنٹر طبع شد

امام ابن تیمیہ کی مندرجہ ذیل تصانیف کے اردو تراجم چھپ کر تیار ہیں

تفسیر سورۃ فلق والناس مع متن عربی۔ اس تفسیر میں امام موصوف نے پہلے تمام متقدمین کے اقوال نقل کئے ہیں جو لفظ غاسق۔ وقب۔ وسواس۔ رب۔ ملک۔ الٰہ کے متعلق اُن کی تفسیروں میں پائے گئے ہیں اسکے بعد نہایت پُرزور استدلالات سے راجح ترین قول کی تحقیق کی ہے۔ علاوہ اور مباحث کے جو تفسیر کے سلسلہ میں ضمناً آگئے ہیں آیہ مِنَ الجِنَّۃِ وَالنَّاس کی تفسیر کرتے ہوئے شیاطین الانس اور شیاطین الجن کے مکر اور وسواس پر نہایت جامع اور معقول بحث کی ہے۔ پوری خوبی کا اندازہ دیکھنے پر منحصر ہے نہایت جامع تفسیر ہے۔ قیمت ۹/

العقیدۃ الواسطیہ مع متن عربی۔ یہ کتاب اصولِ ایمان کی تفسیر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ، ملائکہ، کتب، رسل، تقدیر اور یوم آخرت پر جس طرح ایمان رکھنا چاہیئے، اس کی پوری پوری تشریح ہے۔ ضمن میں صفاتِ الٰہیہ مثلاً استویٰ، نزول، وغیرہ اور شفاعت رسول صلعم اور فضائل صحابہ اور دیگر مفید مضامین پر دلچسپ بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۶/

درجات الیقین صوفیائے کرام کو خوشخبری ہو کہ انکے مطالعہ کیلئے یہ کتاب ایک بے بہا تحفہ ہے۔ معرفتِ الٰہی کا گنجینہ اور قرآنی تعلیم کا نچوڑ ہے۔ قرآن شریف میں جو یقین کے تین مراتب: علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین مذکور ہیں، اس کتاب میں ان کی تفسیر ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ۔ قیمت صرف ۴/

زیارۃ القبور مع متن عربی۔ اس کتاب میں قرآن اور حدیث کے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ زیارتِ قبور کا مسنون طریق کیا ہے۔ جو لوگ قبروں پر جا کر مُردوں کو پکارتے، اُن سے طرح طرح کی حاجات طلب کرتے، قبروں کی پرستش کرتے اور پیری منت مانتے ہیں۔ ان کے یہ تمام افعال داخل شرک ہیں۔ الغرض اہلِ توحید اصحاب اگر قبر پرستی کی بیخ کنی میں کوئی مدلل کتاب چاہتے ہیں تو اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں۔ قیمت ۹/

الوصیۃ الکبریٰ بزبان اردو۔ اس کتاب میں فرقہ ناجیہ "اہل سنت والجماعۃ" کے عقاید کا خلاصہ نہایت مختصر مگر نہایت جامع الفاظ میں پیش کیا گیا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اس سے سادہ، مختصر اور آسان صورت میں اب تک عام عقاید کا مرقع مرتب نہیں ہوا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت امام موصوف کے خاص انداز کے مطابق اس کتاب کا ایک ایک لفظ قرآن و سنت سے [illegible] ہے۔ نہایت ہی سلیس اور بامحاورہ ترجمہ ہے توحید اور اتباعِ سنت کی ترغیب اور شرک و بدعات کی نفی نہایت پُرزور دلائل سے کی گئی ہے۔ قیمت ۴/

کتاب الوسیلہ: ترجمہ کتاب "التوسل والوسیلہ" (از امام ابن تیمیہؒ) مترجمہ مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی۔ یہ کتاب محض لفظ "وسیلہ" کی بحث نہیں بلکہ اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی پُرجوش دعوت ہے، شرک کے سر پر مہلک ضرب ہے، بدعت و جمود کے گلے پر چھری ہے۔ اہلِ حق کو اس سے تقویت ہوگی، اہلِ باطل کو شکست ہوگی، اہلِ بدعت اور اہلِ جمود منہ چھپاتے پھریں گے، اس کتاب کے سامنے اُن کا کھوٹا سونا رواج نہ پائیگا، جب حق کی آنچ پر رکھا جائیگا ریزہ ریزہ کر دیگا۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ اکثر صوفیہ و علماء آیہ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ سے پیری ضرورت کا استدلال کرتے ہیں حضرت امامؒ نے وسیلہ کے مختلف پہلوؤں پر بحث کر کے اسکے صحیح مطالب کو واضح کر دیا اور بدعت قبور پرستی کی بیخ کنی کر دی ہے۔ مجلد [illegible] بلا جلد [illegible]

خزینۃ المیراث اردو۔ مولفہ مولوی فتح الدین صاحب خوشابی جسقدر علم فرائض اور میراث کے متعلق رسائل تصنیف ہو چکے ہیں ان سب میں یہ کتاب اپنی نوعیت میں بالکل نرالی ہے کسی مسئلہ کے حل کرنے کی ضرورت نہیں مختلف جدولوں میں تمام ورثاء کے حصص کو درج کر دیا ہے گویا یہ کتاب علم میراث کی جنتری ہے فہرست دیکھی اور ہر وارث کے حصص کو جداگانہ پڑھ لیا۔ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذارش واقعی

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ

حضرات! خدا کا شکر ہے۔ کہ آپ کے مطالعہ کے لئے کتاب الوصیۃ الصغرےٰ مصنفہ مجدد اعظم شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا اُردو ترجمہ دوسری بار چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔ اس سے پیشتر امام موصوف کی کتاب الوصیۃ الکبریٰ کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ بظاہر ناموں کی مشابہت کی وجہ سے ناظرین کرام کو غالباً خیال ہو گا۔ کہ دونوں کتابوں کا مضمون ایک ہی ہو گا۔ لیکن ہم حضرات شائقین کو بتلا دیتے ہیں۔ کہ الوصیۃ الصغرےٰ کا مضمون الوصیۃ الکبرےٰ سے بالکل جدا ہے۔ بلکہ غالباً ایسا سمجھ میں آتا ہے۔ کہ الوصیۃ الکبرےٰ میں جو اسلامی زندگی کے نہایت ضروری جزو یعنی اصلاح اعمال و اخلاق کو دیگر مضامین کی طرح مجمل بیان کیا گیا تھا۔ اس کتاب میں اُس مضمون کو مفصل بیان کر کے من کل الوجوہ کامل کر دیا ہے۔ اور کتاب کے اخیر میں عربی متن بھی درج کر دیا ہے تاکہ علمائے کرام امام موصوف کے تبحر علم سے براہِ راست مستفید ہو سکیں۔

الوصیۃ الکبریٰ میں فرقہ ناجیہ اہلسنت والجماعت کے عقائد کی تحقیق کی گئی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس سے سادہ مختصر اور لیسیر الفہم صورت میں عام عقائد کا مرقع اب تک مرتب نہیں ہوا۔ لیکن الوصیۃ الصغریٰ میں عملی پہلو کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

جس طرح الوصیۃ الکبریٰ اصلاح عقاید کی ضامن ہے۔ اسی طرح الوصیۃ الصغریٰ اصلاح

اعمال کی کفیل ہے۔ گویا الوصیۃ الصغریٰ الوصیۃ الکبریٰ کا تتمہ اور ضمیمہ ہے۔ ان دونوں کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ عقاید اور اعمال میں ایک مسلمان کا کیا نصب العین ہونا چاہئے۔

الوصیۃ الصغریٰ میں اس وصیت کی مکمل تفسیر ہے۔ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرنے وقت کی تھی۔ اس کا لب لباب تقویٰ۔ حُسن خلق۔ اخلاص۔ مداومتِ ذکر۔ دنیا سے قطع تعلق۔ توکل۔ کسبِ حلال علم نبوی کی تحصیل۔ توبہ استغفار۔ تفقہ فی الدین اور دعا وغیرہ کی تعلیم ہے۔

اعتذار

ترجمہ کا اصلی مقصود تو یہ ہوتا ہے۔ کہ مصنف کے اصلی خیالات کو عوام الناس تک پہنچا دیا جائے۔ اور جہاں تک ممکن ہو انہیں ایسی اچھی صورت میں پیش کیا جائے۔ کہ مصنف کی قابلیت کا صحیح صحیح اندازہ ہو سکے۔ لیکن عموماً ترجمہ کرنا تصنیف سے زیادہ دشوار کام ہے۔ پھر جناب شیخ الاسلامؒ کی کتابوں کا ترجمہ کرنا خصوصیت کے ساتھ دشوار کام ہے۔ بلند پایہ ادیب ہونے کے علاوہ ان کا خاص طرز تحریر ہے جسکی دشواریوں کو نباہنا آسان کام نہیں۔ مسائل مذہبی کے ماہر و کامل ہونے کے علاوہ ان کا دماغ بالکل مجتہدانہ خصوصیات رکھتا ہے۔ اور اپنی اسی خصوصیت کے ساتھ وہ ہر مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں۔ اس لئے ان کے کسی مضمون کا ترجمہ اور بھی زیادہ دشوار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ تو قطعی بات ہے۔ کہ ترجمہ کے ذریعے سے ہم امام موصوف کی اصلی لیاقت کو ظاہر نہیں کر سکتے۔ بلکہ بہت ممکن ہے کہ کسی مقام پر ترجمہ کی خامیوں کی وجہ سے بعض معمولی سمجھ والے اصحاب امام موصوف کی طرف خطا اور غلطی کو منسوب کرنے لگیں۔ پس ہم ناظرین سے گذارش کر دیتے ہیں۔ کہ جب کبھی ابن تیمیہؒ کا ترجمہ پڑھیں تو جہاں ادائیگی مطالب میں قصور پائیں اسے ترجمہ کی خامی تصور فرمائیں نہ اصل کتاب کی۔ اسلئے کہ امام موصوف کا جو رتبہ ہے۔ وہ حق پرست علما کے نزدیک پہلے سے ہی مسلّم ہے۔ ان کا رتبہ بحال رکھنے کے لئے ہماری نئی کوششوں کی ضرورت نہیں۔

نیازمندان محمد شریف و عبد الغنی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

فہرست مضامین کتاب الوصیۃ الصغریٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ ؕ

الوصیۃ الصغریٰ

سوال

ایک بزرگ جن کا اسم گرامی ابو العاصم القاسم بن یوسف بن محمد التجیبی السبتی ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میرے استاد شیخ فقیہ امام فاضل عالم تقی الدین ابو العباس احمد ابن تیمیہ ؒ سلف صالحین میں سے آخری بزرگ۔ علمائے متاخرین کے مقتدا۔ عجیب وغریب باتیں بیان کرنیوالے اور اپنے بحر علم کو نہایت فصاحت اور بلاغت کے ساتھ بیان کر سکتے تھے۔ اور ان تمام علماء پر فوقیت رکھتے تھے۔ جن سے مجھے بلاد مشرق اور مغرب میں ملاقات حاصل ہوئی اللہ تعالٰی ہمیشہ ہم پر ان کی برکات جاری رکھے۔ میں نے ان سے درخواست کی۔ کہ براہ مہربانی (۱) آپ مجھے ایسی چیز کی **وصیت** فرمائیں۔ جس سے میرا دین اور دنیا دونو درست ہو جائیں۔ (۲) مجھے کسی ایسی کتاب کی طرف راہنمائی کریں۔ کہ علم **حدیث** کے متعلق مجھے اس پر پورا اعتماد ہو۔ اور باقی علوم شرعیہ کے متعلق بھی اسی طرح ارشاد فرمائیں۔ (۳) مجھے ایسے **عمل** پر مطلع کریں۔ جو بعد ادائے فرائض وواجبات سب اعمال صالحہ پر فوقیت رکھتا ہو۔ اور (۴) جو کسب میرے حق میں سب ذرائع معاش پر ترجیح رکھتا ہو۔ وہ بھی بیان فرمائیں۔ ان سب باتوں کا جواب مختصراً اشارات کے طور پر کافی ہے۔ واللہ تعالٰی یحفظہ والسلام الکریم علیہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جواب

حضرت شیخ الاسلام بحر العلوم ابن تیمیہ رحمہ اللہ ورضی عنہ نے یوں جواب دیا۔ الحمد

لِلّٰہ رب العالمین۔ سب سے پہلی چیز جس کی بابت دریافت کیا گیا۔ یعنی وصیت تو میری دانست میں جو شخص وصیت کی حقیقت کو سمجھتا اور اس کا اتباع کرنا چاہتا ہے۔ اس کیلئے اللہ اور اس کے رسولؐ کی وصیت سے نافع تر کوئی وصیت نہیں۔

اللہ عزوجل کی وصیت

اللہ عزوجل کی وصیت اس آیت میں مذکور ہے:۔ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ "(ترجمہ) اور مسلمانو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب ملی تھی۔ ان سے اور تم سے ہم نے بتاکید یہی کہہ رکھا تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی نارضامندی سے ڈرتے رہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت وہ ہے۔ جو آپؐ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمائی۔ جبکہ آپؐ نے انہیں یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا۔ آپؐ نے فرمایا۔

یا معاذ اتق اللہ حیثما کنت واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحہا وخالق الناس بخلق حسن	معاذؓ! جہاں بھی تم ہو اللہ سے ڈرتے رہنا۔ جہاں برائی صادر ہو، فوراً نیکی کرنا کہ وہ پہلی برائی کے اثر کو مٹا دیگی اور لوگوں سے خوش خلقی کا برتاؤ کرنا۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے فضائل

معاذؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بڑی قدر و منزلت تھی۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ بھی کہا تھا کہ "یا معاذ واللہ انی لاحبك (ترجمہ) معاذ اللہ کی قسم میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپؐ

سوار ہوتے۔ تو معاذؓ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیتے۔ یہ بھی روایت میں آیا ہے۔ کہ حلال اور حرام کے مسائل میں معاذؓ تمام امّت سے بڑھکر عالم ہیں۔ اور قیامت کے دن تمام علماء سے ایک قدم آگے ہونگے۔ انہی فضائل کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ کو اہل یمن کی طرف اپنا مبلغ۔ داعی۔ فقیہ۔ مفتی۔ اور حاکم بنا کر بھیجا۔ اور آپ معاذؓ کو ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھی تشبیہ دیا کرتے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خلیل اور امام الناس کے لقب سے پکارا ہے۔ ابن مسعودؓ معاذؓ کو ابراہیم کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔

ان معاذا کان امۃ قانتا للہ	بے شک معاذؓ لوگوں کے پیشوا ہیں۔ خدا کے فرمانبردار بندے
حنیفا ولم یك من المشرکین۔	ہیں۔ جو ایک خدا کے ہو رہے ہیں۔ اور مشرکین میں سے نہیں۔

پھر باوجود اتنے فضائل کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں یہ وصیت فرمائی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ وصیت جامع ہے۔ اور فی الواقع صاحب عقل و فہم کو اس کی جامعیت سے انکار نہیں ہوسکتا۔ علاوہ بریں اس میں یہ بھی خوبی ہے۔ کہ یہ قرآنی وصیت کی تفسیر ہے*

وصیّت کے جامع ہونے کے وجوہ

باقی رہا یہ بیان کہ اس کے جامع ہونے کے دلائل کیا ہیں۔ تو اسے یوں سمجھنا چاہئے۔ کہ بندے کے ذمے دو حق ہیں۔ (۱) اللہ عزوجل کا حق۔ (۲) اس کے بندوں کا حق۔ پھر جو حق انسان کے ذمہ ہے۔ چار و ناچار اور گاہ بگاہ اس کے کسی حصے میں خلل واقع ہوجاتا ہے۔ یا تو وہ کسی امر کو ترک کردیتا ہے۔ یا کسی نہی کا مرتکب ہوجاتا ہے۔ لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اتق اللہ حیثما کنت (ترجمہ) جہاں بھی تم ہو۔ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اور یہ کلمہ جامع ہے۔ اور آپ نے جو حیثما کنت کا لفظ استعمال کیا۔ تو اس میں اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ انسان پوشیدہ اور ظاہر ہر حال میں تقویٰ کی طرف محتاج ہے۔

اس کے بعد جو یہ فرمایا "واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحہا" یعنی برائی صادر ہو۔ تو فی الفور نیکی کرنا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب مریض کوئی مضر چیز کھا لیتا ہے۔ تو طبیب اسے ایسی چیز کے استعمال کا حکم دیتا ہے۔ جو اس کی اصلاح کر دے۔ چونکہ بندے سے گناہ کا صادر ہونا ایک فیصلہ شدہ بات ہے۔ لہٰذا عقلمند شخص ہر وقت ایسے نیک عمل کرتا رہتا ہے۔ جن سے برائیوں کے اثرات زائل ہوتے رہتے ہیں۔ اور اس حدیث میں لفظ سیئہ کے عبارت میں مفعول واقع ہونے کے باوجود پہلے لانے سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس جگہ نیکی کے ذریعہ بُرائی کا مٹانا مقصود ہے۔ خود نیکی کرنا مقصود نہیں۔ تو یہ قول بعینہٖ آپ کے اس مقولہ کی طرح ہے صبّوا علی بولہ ذنوبا من ماء (ترجمہ) جس جگہ اس شخص نے پیشاب کیا ہے۔ وہاں پانی کا ایک ڈول گرا دو۔

وہ اعمال جن سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

اور یہ نہایت ضروری امر ہے۔ کہ جن گناہوں کے مٹانے کے لئے نیکیاں کرنی چاہئیں۔ وہ نیکیاں بھی ان برائیوں کی جنس سے ہوں۔ کیونکہ وہ ان کے مٹانے میں زیادہ تاثیر رکھتی ہیں۔ اور گناہوں کا نتیجہ یعنی عذاب الٰہی مندرجہ ذیل باتوں سے زائل ہو جاتا ہے۔

(۱) **توبہ سے** یعنی گذشتہ گناہوں سے نادم ہو کر بیزار ہو جانا۔ اور آئندہ کے لئے عملاً گناہ سے رک جانا۔

(۲) بغیر توبہ کے صرف **استغفار سے**۔ یعنی دل اور زبان کے ساتھ اللہ سے معافی کا خواستگار رہنا اگرچہ توبہ کے شرائط موجود نہ ہوں۔ کیونکہ کبھی اللہ تعالیٰ محض بندہ کی دعا کو قبول کر کے معاف کر دیتا ہے۔ اگرچہ عملی طور پر وہ گناہ سے باز نہ آیا ہو لیکن اگر توبہ اور استغفار دونوں صفتیں اکٹھی ہو جائیں یعنی ایک شخص گناہ سے بھی رُک جائے۔

اور معافی کا بھی خواستگار ہو۔ تو یہ درجۂ کمال ہے۔

(۳) اعمال صالحہ سے جو گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔ جن کا دوسرا نام **کفارات** ہے۔

پھر کفارات کی دو قسمیں ہیں۔ قسم اول **کفارات مقدّرہ** یعنی ایسے اعمال جن کی مقدار شریعت نے معین کر دی ہے۔ جیسے رمضان کے روزہ میں جماع کرنے والے پر جو کفارہ آتا ہے۔ اس کی مقدار شریعت نے مقرر کر دی ہے۔ اور اپنی بی بی سے ظہار کرنے والے (یعنی جس نے اپنی منکوحہ کو کسی اپنی محرمہ سے تشبیہ دی ہو اس) کے کفارہ کی بھی مقدار معیّن ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس حج کے بعض ممنوعات کا ارتکاب کرنے والے یا حج کے بعض واجبات کو ترک کرنے والے یا احرام میں شکار مارنے والے کے کفارات کی مقدار بھی مقرر ہے۔ چنانچہ ان کی چار قسمیں ہیں۔ اونٹ قربانی کرنا۔ غلام آزاد کرنا۔ صدقہ دینا۔ روزے رکھنا۔

قسم دوئم۔ **کفارات مطلقہ** یعنی ایسے اعمال صالحہ جن کی شریعت نے کوئی تحدید نہیں کی۔ جیساکہ حذیفہؓ نے عمرؓ سے کہا۔

فتنۃ الرّجل فی اھلہ ومالہ وولدہٖ یکفرھا الصّلوٰۃ والصّیام والصّدقۃ والامر بالمعروف والنھی عن المنکر۔	اہل مال اور اولاد کے بارہ میں جو انسان فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسے نماز۔ روزہ۔ صدقہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مٹا دیتے ہیں۔

اس بات پر قرآن کی آیات بھی دلالت کرتی ہیں۔ اور وہ احادیث صحیحہ بھی جن میں آیا ہے۔ کہ پانچ نمازیں۔ جمعہ۔ روزے۔ حج اور باقی وہ اعمال کفارات ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے۔

من قال کذا وعمل کذا غفر لہ او غفر لہ ما تقدّم من ذنبہ۔	جو شخص یہ کلمہ کہے یا ایسا عمل کرے۔ اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ یا اس کے پہلے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

اور اس قسم کے اعمال بہت ہیں۔ جو شخص حدیث کی کتابوں میں ان کو تلاش کرے گا۔ کثرت سے پائیگا۔ خصوصاً جو کتابیں فضائل اعمال میں لکھی گئی ہیں ؁

رسوم جاہلیت اور خصائص یہودیت و نصرانیت کا اختلاط

واضح ہو کہ انسان کو ایسے اعمال مُکفِرہ کی طرف توجہ رکھنے کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ انسان جونہی بالغ ہوتا ہے۔ خصوصاً زمانہ موجودہ میں اور اس قسم کے ان زمانوں میں جن میں سلسلہ وحی اور رسالت کے موقوف ہو جانے کے باعث بعض وجوہات سے ایام جاہلیت کا تشبہ آجاتا ہے۔ جبکہ اہل علم اور دیندار لوگوں میں پرورش پانے والا شخص بھی جاہلیت کے کئی امور سے آلودہ ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے۔ جسے دیندار لوگوں کی صحبت نصیب ہی نہیں۔ بخاری اور مسلم میں ایک حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کی گئی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لتتبعن سنن من کان قبلکم حذو القذة بالقذة حتیٰ لو دخلوا جحر ضب لدخلتموه قالوا یا رسول الله الیهود والنصاریٰ قال فمن ۔	جو امتیں تم سے پہلے گذر چکی ہیں۔ تم اس طرح ان کے طریقوں کے پیچھے لگ جاؤ گے جس طرح تیر کا ایک پر دوسرے پر کے برابر کاٹ کتر کر بنا لیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ اگر گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہونگے۔ تو تم بھی ضرور داخل ہو گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول

اللہ پہلی امتوں سے آپکی مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ فرمایا یہود اور نصاریٰ نہیں تو اور کون؟

یہ ایسی حدیث ہے۔ جسکی تصدیق قرآن شریف میں ہے۔ فرمایا۔

فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ	تم نے بھی اپنے حصے کے فائدے اٹھائے۔ جیسے تم سے

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ بِخَلَاقِہِمْ وَ خُضْتُمْ کَالَّذِیْ خَاضُوْا ۔	پہلوں نے اپنے حصے کے فائدے اٹھائے - اور جیسی باتوں میں وہ لوگ بحث کیا کرتے تھے-

تم بھی ویسی ہی باتوں میں بحث کرنے لگے -

اس حدیث کے شواہد صحیح اور حسن حدیثوں میں بہت ہیں- اور کبھی کبھی یہ رسوم جاہلیت ان دیندار لوگوں تک سرایت کر جاتی ہیں- جن کو خواص سمجھا جاتا ہے- چنانچہ سلف میں سے کئی ایک بزرگوں نے کہا جن میں ابن عیینہ بھی داخل ہیں- کہ اہل علم یہود کی بہت سی باتوں میں اور اہل دین نصاریٰ کی اکثر باتوں میں مبتلا ہو گئے ہیں چنانچہ جو شخص دین اسلام کی حقیقت کو سمجھتا ہے- جس کے ساتھ اللہ تعالٰے نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا- اور پھر اس کو لوگوں کی عام حالت پر منطبق کرنا چاہتا ہے- اسے معلوم ہو جاتا ہے- کہ مسلمان بہت سی علمی اور دینی باتوں میں **یہود اور نصاریٰ** کے ساتھ **مشابہت** رکھتے ہیں- جب معاملہ ایسا نازک ہے- تو جس شخص کے سینے کو اللہ نے کھول رکھا ہے- اور وہ اللہ کی دی ہوئی بصیرت پر قائم ہے پہلے مُردہ تھا- پھر اللہ نے اُسے روحانی زندگی دیکر زندہ کیا- اور اُسے نور عطا فرمایا جس کے ذریعے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے- اس کے لئے نہایت ضروری ہے- کہ اپنے زمانہ کی جاہلیت کی باتوں کا ملاحظہ کرے اور دونوں امتوں **مغضوب علیہم اور الضالین** یعنی یہود اور نصاریٰ کے افراط اور تفریط کو جانچے- جب یہ پڑتال کریگا- تو اسے معلوم ہو جائیگا کہ وہ یہودیت اور نصرانیت کے بعض خصائص میں مبتلا ہے- لہٰذا جو چیز کہ خاص و عام کے لئے سب سے بڑھ کر نفع رساں ہے- وہ ان **امور کا علم** ہے- جن کے ذریعے نفوس ان مہلک چیزوں سے نجات حاصل کر سکیں- اور وہ یہ ہے کہ گناہوں کے سرزد ہوتے ہی فی الفور نیک اعمال کئے جائیں نیکی ان **اعمال- اخلاق اور صفات** کا نام ہے- جن کا حکم اللہ نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی دیا ہے -

اور منجملہ ان امور کے جو گناہ کے نتیجہ یعنی عذاب الٰہی کو دور کر سکتے ہیں وہ مصائب یعنی تکالیف ہیں۔ جو انسان کی بدیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ اور مصائب کے مفہوم میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں۔ جن سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے۔ خواہ فکر اور غم ہو یا مال آبرو۔ اور جسم میں دُکھ پہنچے یا ان کے سوا کوئی اور رنج وہ امر ہو۔ لیکن یہ تمام باتیں بندے کے فعل سے نہیں (یعنی کوئی شخص اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنا چاہے۔ تو اس کے ادا کرنے کا یہ طریق نہیں کہ کوئی رنج یا مصیبت خواہ مخواہ اپنے اوپر ڈال لے۔ بلکہ کفارات شرعیہ میں سے کسی چیز کو اختیار کرے)۔

پس جب آپ نے یہ دو کلمے فرما کر (اتق اللہ حیث ما کنت اور اتبع السیئۃ الحسنۃ تمحھا) اللہ تعالیٰ کا حق بیان کر دیا۔ یعنی پہلے میں عمل صالح اور دوسرے میں اصلاح فاسد کی تاکید کی تو آگے تیسری بات وخالق الناس بخلق حسن فرما کر حقوق العباد کی طرف توجہ دلائی۔

حُسن خُلق

اور لوگوں کے ساتھ حُسن خلق رکھنے کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جو شخص تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس کے ساتھ میل ملاپ رکھے۔ اسے سلام کرے۔ اس کی عزّت کرے۔ اس کو دعا دے۔ اس کے لئے اللہ سے بخشش مانگے۔ اس کی خوبیاں بیان کرے اور اس سے ملاقات کرتا رہے۔ اور جو شخص تجھے تعلیم نافع اور مال وغیرہ سے محروم کر دے تو اُسے یہ فوائد پہنچاتا رہے۔ اور جو شخص خون مال اور آبرو کے بارہ میں تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کر دے۔ ان میں سے بعض احکام واجب ہیں۔ اور بعض مستحب باقی رہی تفسیر خلق عظیم کی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو متصف کیا ہے۔ تو اس سے مراد پورا دین ہے جو مطلقاً تمام اوامر الٰہی پر مشتمل ہے۔

مجاہد وغیرہ مفسرین کا یہی قول ہے۔ اور یہ قرآن کا مدعا سمجھ کر اس پر عمل کرتا ہے۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "کان خلقہ القرآن" (ترجمہ) نبی کا خلق قرآن تھا۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے۔ کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ انہیں طیب خاطر پوری شرح صدر کے ساتھ بغیر تنگدلی کے ادا کرنے میں جلدی کی جائے۔

لفظ تقویٰ کی تفسیر

رہا اس امر کا بیان کہ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی وصیت میں داخل ہیں۔ (جہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ) تو یہ اس طرح سمجھنا چاہیئے۔ کہ لفظ تقویٰ ان تمام امور کو جامع ہے۔ جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ خواہ وہ حکم واجب ہو یا مستحب اور ان تمام باتوں کی نہی کو شامل ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ خواہ وہ نہی تحریمی ہو یا تنزیہی اور یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پر مشتمل ہے۔ لیکن چونکہ کبھی تقویٰ سے مراد عذاب الٰہی سے ڈرنا لیا جاتا ہے۔ جو حرام کاموں سے رُکنے کا باعث ہوتا ہے۔ اس لئے معاذ کی حدیث میں اس کی پوری تفسیر کر دی گئی۔ اور اسی طرح ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے۔ جسے ترمذیؒ نے روایت کیا۔ اور صحیح کہا ہے۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ اس کا مفہوم وسیع تر ہے۔ ابو ہریرہؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اکثر ما یدخل الناس الجنۃ قال تقوی اللہ وحسن الخلق وقیل ما اکثر ما یدخل الناس النار قال الاجوفان الفم والفرج۔	عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسی چیز ہے۔ جو لوگوں کو سب سے بڑھ کر جنت میں لیجائیگی۔ فرمایا اللہ کا ڈر اور اچھا خلق اور عرض کیا گیا کہ کونسی چیز سب سے بڑھ کر لوگوں کو دوزخ میں لیجائیگی۔ فرمایا وہ دو کھوکھلی چیزیں ہیں۔ (۱) منہ اور (۲) فرج (حرام کھانا کلمہ کفر و

شرک۔ جھوٹ۔ غیبت وغیرہ معاصی منہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور زنا وغیرہ فواحش فرج سے)۔

صحیح حدیث میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل المؤمنین ایماناً احسنہم خلقاً (ترجمہ) تمام مومنوں میں کامل تر ایمان اس شخص کا ہے جو سب سے اچھا خُلق رکھتا ہے۔ اس حدیث میں نبیؐ نے بتلا دیا کہ ایمان کامل ہونا اچھے خلق کے کامل ہونے پر موقوف ہے۔ اور یہ تو معلوم ہی ہے۔ کہ ایمان سب کا سب تقویٰ ہے۔ اور تقویٰ کے اصول اور فروع کے بالتفصیل ذکر کرنے کی اس جگہ گنجائش نہیں کیونکہ اس میں تو تمام دین داخل ہے۔

اخلاص

لیکن نیکی کا سرچشمہ اور اسکی جڑ اخلاص ہے۔ یعنی یہ کہ بندہ خلوص کے ساتھ اپنی عبادت اور استعانت کو اپنے رب کے ساتھ اس طرح مخصوص کردے۔ کہ اپنا قلبی تعلق تمام مخلوقات سے منقطع کرے نہ ان سے نفع کی توقع رکھے۔ اور نہ اُن کی خاطر عمل کرے۔ اور اپنا مقصد رب تعالیٰ ہی کو بنا لے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل آیات میں اسی اخلاص کا ذکر ہے۔

۱۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ	(۱) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔
۲۔ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ۔	(۲) اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ رکھ۔
۳۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔	(۳) اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں
۴۔ فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ۔	(۴) رزق کی تلاش بھی اللہ کے پاس ہی کرو۔ اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر بجالاؤ۔

اور اُس کے حصول کا ذریعہ یہ ہے۔ کہ ہر مطلوب شے میں خواہ بھوک اور

احتیاج ہو یا خوف اور ڈر ہو یا اس کے سوا کوئی اور حاجت ہو۔ ہمیشہ ہر مطلب کیلئے اسی سے دعا مانگتا رہے۔ اور ہر پسندیدہ عمل اسی کی رضا جوئی کے لئے کرے جو شخص اس قسم کے اخلاص کو مضبوط اور محکم کرلے۔ ممکن نہیں کہ اس میں ایسی بات باقی رہے۔ جو اُسے عذاب میں مبتلا کر سکے *

فرائض کے بعد سب سے بہتر عمل اللہ کا ذکر ہے

اس کے بعد دوسری چیز ہے جس کا سوال کیا گیا۔ کہ فرائض کے بعد کونسا عمل سب سے بہتر ہے۔ تو اس کا کلی جامع اور مفصل جواب تو ممکن نہیں۔ جس سے ہر ایک شخص کے حق میں افضل الاعمال کی تعیین ہو سکے۔ کیونکہ باعتبار قدرت و مناسبت اوقات لوگوں کے حالات مختلف ہیں۔ اس اختلاف کے لحاظ سے افضل الاعمال بھی ان کے حق میں مختلف ہوگا۔ تاہم اس کے متعلق جو مجمل جواب دیا جا سکتا ہے۔ اور جس پر ان لوگوں کا اتفاق ہے۔ جو اللہ کی ذات اور اس کے اوامر کا علم رکھتے ہیں۔ یہ ہے کہ ہر حالت میں اللہ کے ذکر کی ملازمت کی جائے۔ یہ بہترین عمل ہے۔ جس میں بندہ اپنے نفس کو مشغول رکھ سکتا ہے۔ اس کی تائید میں ابوہریرہؓ کی حدیث وارد ہے جسے مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

سبق المفردون قالوا یارسول اللہ ومن المفردون قال الذاکرون اللہ کثیرًا والذاکرات۔	مفردون سبقت لے گئے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ مفردون کون لوگ ہیں۔ فرمایا وہ مرد یا عورتیں ہیں۔ جو اللہ کو کثرت سے یاد کرتی ہیں۔

ابوداؤدؒ نے ابودرداءؓ سے اس طرح روایت کیا ہے۔

الا انبئکم بخیر اعمالکم و ازکاھا عند ملیککم وارفعھا فی درجاتکم وخیر لکم من اعطاء	کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتلاؤں جو سب اعمال سے بہتر ہے اور تمہارے مالک کے ہاں سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو سب سے زیادہ بلند کرنیوالا اور سونے چاندی کے خیرات کرنے سے بھی بہتر ہے۔

الا ھبٔ الورق و من ان تلقوا عد وکم فتضربوا اعنا قھم و یضربوا اعنا قکم قالوا بلٰی یارسول اللہ قال ذکر اللہ -	اور اس عمل سے بھی بہتر ہے - کہ دشمنانِ اسلام سے تمہارا مقابلہ ہو - پھر تم ان کی گردنیں مارو - اور وہ تمہاری گردنیں ماریں - (یعنی جہاد) صحابہؓ نے عرض کیا - کیوں نہیں - یارسول اللہ ضرور بتلائیے - فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے -

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت میں **قرآنی** اور **ایمانی دلائل** بکثرت ہیں - جو بصیرت قلبی روایت اور استدلال سے تعلق رکھتے ہیں -

اذکارِ مسنونہ کی تین قسمیں ہیں

ادنیٰ درجہ ذکر کا یہ ہے کہ انسان ان اذکار ماثورہ کو لازمی طور پر اپنا معمول بنائے جو علم اور نیکی کی تعلیم دینے والے اور متقین کے امام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں - ان کی تین قسمیں ہیں -

(۱) اذکار رواتب یعنی جن کے اوقات مقرر ہیں - جیسا کہ شروع دن میں پچھلے پہر خوابگاہ میں لیٹنے کے وقت - نیند سے بیدار ہونے کے وقت - اور نمازوں کے بعد کے اذکار ہیں -

(۲) وہ اذکار جو **خاص امور** مثلاً کھانے - پینے - پہننے - جماع کرنے - گھر - مسجد اور بیت الخلا میں داخل ہونے اور نکلنے اور بارش اور گرج وغیرہ کے وقت پڑھے جاتے ہیں - ان دونو قسم کے اذکار کے متعلق کتابیں لکھی گئی ہیں - جو کہ **عمل یوم ولیلہ** کے نام سے موسوم ہیں - یعنی وہ کتابیں جن میں دن اور رات کے اذکار درج ہیں -

(۳) وہ اذکار جو **مطلق** بلا قید وقت پڑھے جا سکتے ہیں - کسی خاص وقت کے ساتھ مقید نہیں - ان میں سب سے افضل لا الٰہ الا اللہ ہے - لیکن کبھی ایسے حالات پیش آجاتے ہیں کہ باقی اذکار مثلاً سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ - لا الٰہ الا اللہ سے افضل ہو جاتے ہیں -

پھر یہ بھی جاننا چاہیئے۔ کہ ہر بات جو انسان کو اللہ کے قریب کر سکتی ہے۔ خواہ وہ زبان کا قول ہو یا دل کا تصوّر مثلاً علم پڑھنا اور پڑھانا۔ نیکی کا حکم کرنا۔ اور بدی سے روکنا یہ سب اللہ کے ذکر میں داخل ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جو شخص فرائض کے ادا کرنے کے بعد علم نافع یعنی دین یا دین سے تعلق رکھنے والے علم کی جستجو میں مشغول ہو۔ یا ایسی مجلس منعقد کرے جس میں بیٹھ کر وہ فقہ پڑھے یا پڑھائے جس کا نام اللہ اور رسولؐ نے فقہ رکھا ہے۔ تو یہ بھی بہترین ذکر الٰہی ہے۔ اور اگر افضل الاعمال کی تعیین میں یہ وسعت دی جائے تو غور کے بعد تجھے معلوم ہو جائیگا کہ متقدمین کے اقوال میں جو اس بارہ میں وارد ہیں۔ کوئی بڑا اختلاف نہیں ٭

افضل الاعمال کی تعیین میں استخارہ مسنونہ

اور جب اپنا مسلک اختیار کرنے کیلئے افضل اعمال معین کرنے میں کسی شخص کو اشتباہ واقع ہو جائے۔ تو اسے لازم ہے کہ شرعی استخارہ کرے۔ کیونکہ جو شخص اللہ تعالےٰ سے استخارہ کرے وہ کبھی نادم نہیں ہوتا۔ اور بکثرت دعا اور استخارہ کرے۔ کیونکہ وہ ہر خیر کی چابی ہے۔ اور جلد بازی کر کے یوں نہ کہنے لگے کہ میں نے دعا کی تھی مگر قبول نہ ہوئی۔ اور دعا مانگنے کیلئے فضیلت والے اوقات کی تلاش کرے۔ مثلاً رات کا پچھلا حصہ۔ نمازوں اور اذان کے بعد کا وقت۔ نزول باراں کا وقت اور اسیطرح کے دوسرے اوقات ہیں ٭

بہترینِ کسب توکّل ہے

اس کے بعد تیسری چیز ہے۔ جس کے بارہ میں سوال کیا گیا۔ کہ کونسا کسب سب سے اعلیٰ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سب سے بہتر کسب اللہ تعالےٰ پر بھروسہ تمام حاجات میں اسی کے کافی ہونے پر اعتماد۔ اور اس کے ساتھ نیک ظن رکھنا ہے۔

اور اس کا طریق یہ ہے۔ کہ جو شخص رزق کے بارہ میں متفکر ہو۔ اسے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے التجا کرے۔ اور اسی سے دعا مانگے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں بیان کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو یوں مخاطب فرماتا ہے۔

یاعبادی کلکم جائع الا من اطعمتہ فاستطعمونی اطعمکم یاعبادی کلکم عار الا من کسوتہ فاستکسونی اکسکم۔	میرے بندو! تم سے ہر ایک بھوکا ہے۔ سوائے اس کے جسکو میں نے کھانا دیا۔ پس تم مجھی سے کھانا مانگو میں تمہیں کھانا دونگا۔ تم میں سے ہر ایک ننگا ہے۔ سوائے اس کے جسکو میں نے کپڑا پہنایا پس تم مجھی سے کپڑا مانگو میں تمہیں کپڑا دونگا۔

اور جو حدیث امام ترمذیؒ نے انسؓ سے روایت کی ہے۔ اسمیں اس طرح آیا ہے:۔

لیسئال احدکم ربہ حاجتہ کلھا حتی شسع نعلہ اذا انقطع فانہ ان لم ییسرہ لم یتیسر۔	تم میں سے ہر شخص اپنی حاجتیں اللہ سے مانگے۔ یہانتک کہ جب جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ سے مانگے۔ کیونکہ اللہ اسکا سامان میسر نہ کریگا۔ تو اسے کبھی تسمہ نہیں مل سکیگا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ "واسئلوا اللہ من فضلہ" (ترجمہ) اللہ سے اس کا فضل یعنی رزق طلب کرو۔

نیز فرمایا:۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ	جب نماز ہو چکے تو زمین میں چلو پھرو اور اُس کے فضل یعنی رزق کی تلاش کرو۔

یہ آیت اگرچہ جمعہ کے بارہ میں آئی ہے۔ تاہم اس کا حکم ہر نماز کے ساتھ قائم ہے۔ اور غالباً اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ کہ انسان مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھ لیا کرے۔ "اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتک" (ترجمہ) اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور مسجد سے نکلتے وقت پڑھے۔ "اللّٰھم انی اسئلک من فضلک" (ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے فضل یعنی رزق چاہتا ہوں۔ اور حضرت

خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام سے بھی قرآن شریف میں اسی طرح منقول ہے۔ آپ نے اپنی قوم کو کہا "فَابْتَغُوا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ" (ترجمہ) اللہ سے رزق مانگو اس کی عبادت کرو اور اسی کا شکر ادا کرو۔ یہ امر کا صیغہ ہے۔ اور امر وجوب کو چاہتا ہے۔ الغرض رزق کے معاملہ میں اللہ سے مدد طلب کرنا اور اسکی طرف التجا کرنا بڑا بھاری اصول ہے۔

رزق کی تلاش میں دوسری ضروری بات یہ ہے۔ کہ انسان مال کو بے طمعی اور جوانمردی کے ساتھ قبول کرے۔ تاکہ اس میں برکت ہو اور مال کی تاک میں نہ لگا رہے۔ اسے طمع اور لالچ کے ساتھ نہ حاصل کرے۔ بلکہ اس کے دل میں زیادہ سے زیادہ مال کی اتنی ہی قدر ہونی چاہئے۔ جسقدر بیت الخلاء کی جسکی طرف وہ رفع حاجت کیلئے مجبور تو ہوتا ہے۔ لیکن اسکے دل میں اسکی وقعت نہیں ہوتی اور تحصیل مال میں جب کوشش کرے تو وہ بھی اسی قدر ہونی چاہئے جسقدر کہ پاخانہ کی اصلاح میں کوشش کرتا ہو۔ ترمذی وغیرہ کی ایک مرفوع حدیث میں وارد ہے۔

من اصبح والدنیا اکبر همه شتت الله علیه شمله وفرق علیه ضیعته ولم یاته من الدنیا الا ما کتب له ومن اصبح والآخرۃ اکبر همه جمع الله علیه شمله وجعل غناه فی قلبه واتته الدنیا وهی راغمة۔

جو شخص صبح کو اٹھے اور اس وقت اس کیلئے سب سے بڑی فکر حصول دنیا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اسکے اجتماعی کام کو پراگندہ کر دیتا ہے۔ اسکا اسباب بکھیر دیتا ہے اور دنیا سے اسکو اسی قدر حاصل ہوتا ہے۔ جتنا کہ اس کے مقسوم میں لکھا گیا ہے۔ اور صبح کے وقت جسکو سب سے بڑھکر آخرت کی فکر ہو اس کیلئے اللہ تمام پراگندہ کاموں کو جمع کر دیتا ہے۔ اس کے دل میں انکی طرف سے غنا پیدا کر دیتا ہے۔ اور جھک مار کر دنیا اس کے پاس آتی ہے۔

سلف میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ اے انسان تو دنیا کی طرف محتاج تو ہے۔ لیکن اپنے آخرت کے حصہ کیطرف اس سے کہیں بڑھ کر محتاج ہے۔ پس اگر اپنے اخروی حصے کیطرف توجہ مبذول کرنا چاہتا ہے (اور چاہئے بھی ایسا ہی) تو دنیا کے حصے کو اس طرح حاصل کر جیسے گذرتے گذرتے راستے میں چیز آجاتی ہے۔ تو اس کا انتظام کر لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَا أُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَا أُرِيْدُ أَنْ يُّطْعِمُوْنِ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ؕ	اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے۔ کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے کچھ روزی کا تو خواہاں ہوں نہیں اور نہ اس کا خواہاں ہوں۔ کہ مجھ کو کھلائیں پلائیں۔ اللہ خود بڑا روزی دینے والا قوت والا زبردست ہے۔

باقی رہا کسی خاص کسب کا معین کرنا۔ دستکاری ہو یا تجارت۔ فن تعمیر ہو یا زراعت وغیرہ۔ تو یہ بھی لوگوں کے مختلف حالات کے اعتبار سے مختلف ہے۔ اور مجھے کوئی ایسا کسب یاد نہیں آتا۔ جو عام طور پر تمام لوگوں کو یکساں مفید ہو سکے۔ لیکن جب تلاش معاش کی خاص صورت درپیش ہو تو اس کے متعلق اللہ تعالٰے سے استخارہ کرے۔ جو معلم خیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک ایسی برکت ہے جس کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ جو کام اسے میسر آجائے وہی اختیار کرے۔ دوسرے کام میں پڑ کر خواہ مخواہ تکلیف نہ اُٹھائے۔ ہاں اس میں کوئی شرعی کراہت ہو تو دوسری بات ہے۔

علمِ نبویؐ و دیگر علومِ شرعیّہ

اسکے بعد یہ دریافت کیا گیا کہ علم حدیث اور دیگر علوم شرعیہ میں اعتماد کرنے کیلئے کوئی خاص کتاب منتخب کر دی جائے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ باب بھی بہت وسیع ہے۔ یہ بھی انسان کے مختلف بلاد میں پرورش پانے کے اعتبار سے مختلف ہے۔ کیونکہ بعض بلاد میں ایک شخص کو کسی خاص علم طریق اور مذہب کی کوئی ایسی کتاب میسر آجاتی ہے۔ جو دوسری جگہ دستیاب نہیں ہو سکتی لیکن تمام خیر و برکت کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ انسان اللہ تعالٰی سے اس علم کے حاصل کرنے کی مدد چاہے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور میراث چلا آرہا ہے۔ کیونکہ حقیقت میں یہی چیز اس بات کا حق رکھتی ہے کہ اسے علم کے نام سے پکارا جائے۔

اسکے سوائے جو کچھ ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔ یا تو وہ علم ہوگا لیکن نافع نہیں ہوگا۔ یا وہ علم ہی نہیں ہوگا اگرچہ اسے علم کہا جاتا ہو اور اگر واقعی علم بھی ہے اور نافع بھی تو یہ ضروری امر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم موروث میں ایسی چیز ضرور ہوگی۔ جو اس سے بے پرواہ کر دے بلکہ اس سے بہتر ہو لہٰذا علم موروث کو چھوڑ کر اسکی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہ رہی تو ثابت ہوگیا کہ انسان کی تمام جدوجہد یہی ہونی چاہیئے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امرو نہی اور دوسرے کلام کے مقاصد سمجھے۔ جب جدوجہد کے بعد اس کا دل مطمئن ہوجائے کہ اس مسئلہ میں رسول صلعم کی مراد یہ ہے۔ تو پھر بقدر امکان اس سے سرمو انحراف نہ کرے خواہ اسکا تعلق ان معاملات سے ہو جو انسان کے اپنے نفس اور اللہ تعالٰے کے درمیان ہیں یا لوگوں سے تعلق رکھتا ہو۔ (یعنی حقوق اللہ سے تعلق رکھتا ہو یا حقوق العباد سے)

اور علم کی ہر شاخ میں انسان ایسی **اصل** کو مضبوط پکڑنے کی کوشش کرے

جو نبی صلعم سے مروی ہے اور جب اس پر کوئی ایسا مسئلہ مشتبہ ہوجائے جس میں اہل علم کا اختلاف ہو تو اسے اللہ سے وہ دعا مانگنی چاہیئے۔ جو صحیح مسلم میں عائشہؓ سے مروی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول اذا قام یصلی من اللیل اللھم رب جبریل ومیکائیل واسرافیل فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون اھدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنک انک تھدی من تشاء الی صراط مستقیم۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پچھلی رات کو تہجد کی نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو یہ دعا مانگتے اے جبرئیل اسرافیل اور میکائیل کے رب اے غیب اور حاضر کے جاننے والے! تو بندوں کے درمیان فیصلہ کریگا جس میں یہ اختلاف کرتے تھے۔ جس حق بات کے بارہ میں اختلاف ہو رہا ہے اپنے حکم سے مجھے اسکی طرف ہدایت کر تو جسے چاہے سیدھا راستہ دکھلاتا ہے۔

کیونکہ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا عبادی کلکم ضال الا من ھدیتہ	میرے بندو تم سب کے سب گمراہ ہو سوائے اس شخص کے جسے میں نے

فاستھدونی اھدکم ۔	ہدایت کی پس مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں راہ دکھلاؤنگا۔

باقی رہا کتابوں اور مصنفین کا مسئلہ تو سائل نے اس کے متعلق میرے ہاں درس و مذاکرہ کے اثنا میں جسقدر کہ اللہ نے میسر کیا سن ہی لیا ہوگا۔ اس وقت اتنا کہہ دیتا ہوں کہ تمام تصنیف شدہ کتابوں میں جن میں تقسیم ابواب پائی جاتی ہے۔ صحیح محمد بن اسماعیل بخاری سے نافع تر کوئی کتاب نہیں۔ لیکن اکیلی وہ بھی علم کے تمام اصول سمجھنے میں کافی نہیں اور مختلف علوم کے عالم متبحر کا مقصود پورا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس کتاب کے علاوہ دوسری احادیث اور اہل فقہ اور اہل علم کے اقوال کا جاننا بھی ضروری ہے۔ خاص کر کے ان مسائل کا علم جن کے ساتھ بعض علما مختص ہیں۔ اور امت مرحومہ نے تو علم کے فنون میں سے ہر فن میں پورا پورا حصہ لیا ہے۔ جس شخص کے دل کو اللہ تعالٰے نے منور کیا ہے۔ اسے جو بات پہنچتی ہے۔ اسکے ذریعہ اللہ اسے راہنمائی کرتا ہے۔ اور جس کے دل کو اس نے اندھا کر دیا ہے۔ اس کے پاس جوں جوں زیادہ کتابیں پہنچتی ہیں۔ اس کی حیرت اور گمراہی بڑھتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن لبید انصاری سے فرمایا

اولیست التوراۃ والانجیل عند الیھود والنصارٰی فماذا تغنی عنھم	کیا یہود اور نصاریٰ کے ہاں تورات اور انجیل نہیں ہے تو انہیں کیا فائدہ ہوُا؟

لہذا ہم اللہ تعالٰے سے مانگتے ہیں کہ ہمیں ہدایت اور درستی علم و عمل عطا فرمائے۔ ہمارے دلوں میں وہ بات ڈال دے جس میں ہماری ہدایت ہو اور ہمیں نفس کی شرارتوں سے محفوظ رکھے اور ہدایت کر چکنے کے بعد ہمارے دلوں کو کجی سے بچائے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائے۔ کیونکہ وہی رحمت بخشنے والا ہے۔

والحمد للہ رب العالمین وصلوٰتہ علیٰ اشرف المرسلین ۔

بسم الله الرحمن الرحيم

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللهَ

اَلْوَصِيَّةُ الصُّغْرٰى

سؤال ابی العاصم القاسم بن یوسف بن محمد التجیبی السبتی یتفضل سیدنا الشیخ الفقیہ الامام الفاضل العالم بقیۃ السلف قدوۃ الخلف المبدع المغرب المعرب المفصح اعلم من لقیت ببلاد المشرق والمغرب تقی الدین ابو العبّاس احمد بن تیمیۃ ابقی اللہ علینا برکتہ بان یوصینی بما یکون فیہ صلاح دینی و دنیای و یرشدنی الی کتاب یکون علیہ اعتمادی فی علم الحدیث وکذلک فی غیرہ من العلوم الشرعیۃ وینبہنی علی افضل الاعمال الصالحۃ بعد الواجبات و یبین لی ارجح المکاسب کل ذلک علی قصد الایماء والاختصار واللہ تعالی یحفظہ والسلام الکریم علیہ ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

قال شیخ الاسلام بحر العلوم ابن تیمیۃ رحمہ اللہ و رضی عنہ :-

الحمد للہ رب العالمین (اما الوصیّۃ) فما اعلم وصیۃ انفع من وصیۃ اللہ و رسولہ لمن عقلہا و اتبعہا قال اللہ تعالی : وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ - و وصی النبی صلی اللہ علیہ وسلم معاذا لما بعثہ الی الیمن فقال یا معاذ اتق اللہ حیث ما کنت واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحہا وخالق الناس بخلق حسن وکان معاذ رضی اللہ عنہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلۃ علیۃ فانہ قال لہ یا معاذ واللہ انی لاحبک وکان یردفہ وراءہ وروی فیہ انہ اعلم الامۃ بالحلال والحرام وانہ یحشر امام العلماء برتوۃ ای بخطوۃ ومن فضلہ بعثہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مبلغا عنہ داعیا ومفقہا ومفتیا وحاکما الی اہل الیمن وکان یشبہہ بابراہیم الخلیل علیہ السلام وابراہیم امام الناس وکان ابن مسعود رضی اللہ عنہ یقول ان معاذا کان امۃ قانتا للہ حنیفا ولم یک من المشرکین تشبیہا لہ بابراہیم ثم انہ وصاہ ہذہ الوصیۃ فعلم انہا جامعۃ وہی کذالک لمن عقلہا مع انہا تفسیر الوصیۃ القرآنیۃ -

اما بیان جمعہا فلان العبد علیہ حقان حق اللہ عزوجل وحق لعبادہ ثم الحق الذی علیہ لا بد ان یخل ببعضہ احیانا اما ترک ما امر بہ او فعل منہی عنہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتق اللہ حیث ما کنت وہذہ کلمۃ جامعۃ وفی قولہ حیثما کنت تحقیق لحاجتہ الی التقوی فی السر والعلانیۃ ثم قال و اتبع السیئۃ الحسنۃ تمحہا فان الطبیب متی تناول المریض شیئا مضرا امرہ بما یصلحہ والذنب للعبد کانہ امر حتم فالکیس ہو الذی لا یزال یأتی من الحسنات بما یمحو السیئات وانما قدم فی لفظ الحدیث السیئۃ وان کانت مفعولۃ لان المقصود ہنا محوہا لا فعل الحسنۃ فصار کقولہ صبوا علی بولہ ذنوبا من ماء -

وينبغی ان تكون الحسنات من جنس السيئات فانه ابلغ فی المحو والذنوب يزول موجبها باشياء احدها التوبة، والثانی الاستغفار من غير توبة فان الله تعالیٰ قد يغفر له اجابة لدعائه وان لم يتب فاذا اجتمعت التوبة والاستغفار فهو الكمال، الثالث الاعمال الصالحة المكفرة اما الكفارات المقدرة كما يكفر المجامع فی رمضان والمظاهر والمرتكب لبعض محظورات الحج او تارك بعض واجباته او قاتل الصيد بالكفارات المقدرة وهی اربعة اجناس: هدی وعتق وصدقة وصيام و اما الكفارات المطلقة كما قال حذيفة لعمرؓ فتنة الرجل فی اهله وماله وولده يكفرها الصلوٰة والصيام والصدقة والامر بالمعروف والنهی عن المنكر وقد دل علی ذلك القرآن والاحاديث الصحاح فی التكفير بالصلوات الخمس والجمعة والصيام والحج و سائر الاعمال التی يقال فيها من قال كذا وعمل كذا غفر له او غفر له ما تقدم من ذنبه وهی كثيرة لمن تلقاها من السنن خصوصا ما صنف من فضائل الاعمال۔

واعلم ان العناية بهذا من اشد ما بالانسان الحاجة اليه فان الانسان من حين يبلغ خصوصًا فی هذه الازمنة ونحوها من ازمنة الفترات التی تشبه الجاهلية من بعض الوجوه فان الانسان الّذی ينشا بين اهل علم ودين قد يتلطخ من امور الجاهلية بعدة اشياء فكيف بغير هذا وفی الصحيحين عن النبی صلی الله عليه وسلم من حديث ابی سعيد رضی الله عنه لتتبعن سنن من كان قبلكم حذو القذة بالقذة حتی لو دخلوا جحر ضب لدخلتموه قالوا يارسول الله اليهود والنصاریٰ قال فمن هذا خبر تصديقه فی قوله تعالیٰ: فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا۔ ولهذا شواهد فی الصحاح والحسان وهذا امر قد يسری فی المنتسبين الی الدين من الخاصة كما قال غير واحد من السلف منهم ابن عيينة فان كثيرًا من احوال اليهود قد ابتلی به بعض المنتسبين الی العلم وكثيرًا

من احوال النصارى فقد ابتلى به بعض المنتسبين الى الدين كما يبصر ذلك من فهم دين الاسلام الذى بعث الله به محمدا صلى الله عليه وسلم ثم نزله على احوال الناس واذا كان الامر كذلك فمن شرح الله صدره للاسلام فهو على نور من ربه وكان ميتا فاحياه الله وجعل له نورا يمشى به فى الناس لابد ان يلاحظ احوال الجاهلية وطرفى الامتين المغضوب عليهم والضالين من اليهود والنصارى فيرى ان قد ابتلى ببعض ذلك -

فانفع ما للخاصة والعامة العلم بما يخلص النفوس من هذه الورطات وهو اتباع السيئات الحسنات والحسنات ما ندب الله اليه على لسان خاتم النبيين من الاعمال والاخلاق والصفات ومما يزيل موجب الذنوب المصائب المكفرة وهى كل ما يؤلم من هم او حزن او اذى فى مال او عرض او جسد او غير ذلك لكن ليس هذا من فعل العبد -

فلما قضى بهاتين الكلمتين حق الله من عمل الصالح واصلاح الفاسد قال و خالق الناس بخلق حسن وهو حق الناس -

وجماع الخلق الحسن مع الناس ان تصل من قطعك بالسلام والاكرام والدعاء له والاستغفار والثناء عليه والزيارة له وتعطى من حرمك من التعليم والمنفعة والمال وتعفو عمن ظلمك فى دم او مال او عرض وبعض هذا واجب وبعضه مستحب -

واما الخلق العظيم الذى وصف الله به محمدا صلى الله عليه وسلم فهو الدين الجامع لجميع ما امر الله به مطلقا هكذا قال مجاهد وغيره وهو تاويل القرآن كما قالت عائشة رضى الله عنها كان خلقه القرآن وحقيقته المبادرة الى امتثال ما يحبه الله تعالى بطيب نفس و انشراح صدر

واما بيان ان هذا كله فى وصية الله فهو ان اسم تقوى الله يجمع فعل كل ما امر الله به ايجابا واستحبابا وما نهى عنه تحريما وتنزيها وهذا يجمع حقوق الله و حقوق العباد لكن لما كان تارة يعنى بالتقوى خشية العذاب المقتضية للانكفاف عن المحارم جاء مفسرا فى حديث معاذ وكذلك فى حديث ابى هريرة رضى الله عنهما الذى رواه الترمذى صحيحه

قيل يا رسول الله ما اكثر ما يدخل الناس الجنة قال تقوى الله وحسن الخلق وقيل ما اكثر ما يدخل الناس النار قال الاجوفان الفم والفرج وفي الصحيح عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اكمل المؤمنين ايمانا احسنهم خلقا فجعل كمال الايمان في كمال حسن الخلق ومعلوم ان الايمان كله تقوى الله وتفصيل اصول التقوى وفروعها لا يحتمله هذا الموضع فانها الدين كله لكن ينبوع الخير واصله اخلاص العبد لربه عبادة واستعانة كما في قوله إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ وفي قوله فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وفي قوله عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ وفي قوله فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ بحيث يقطع العبد تعلق قلبه من المخلوقين انتفاعا بهم او عملا لاجلهم ويجعل همته ربه تعالى وذلك بملازمة الدعاء له في كل مطلوب من فاقة وحاجة ومخافة وغير ذلك والعمل له بكل محبوب ومن احكم هذا فلا يمكن ان يوصف ما يعقبه ذلك۔

واما ما سالت عنه من افضل الاعمال بعد الفرائض فانه يختلف باختلاف الناس فيما يقدرون عليه وما يناسب اوقاتهم فلا يمكن فيه جواب جامع مفصل لكل احد لكن مما هو كالاجماع بين العلماء بالله وامره ملازمة ذكر الله دائما هو افضل ما شغل العبد به نفسه في الجملة وعلى ذلك حديث ابي هريرة الذي رواه مسلم سبق المفردون قالوا يا رسول الله ومن المفردون قال الذاكرون الله كثيرا والذاكرات وفيما رواه ابو داؤد عن ابي الدرداء رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال الا انبئكم بخير اعمالكم وازكاها عند مليككم وارفعها في درجاتكم وخير لكم من اعطاء الذهب والورق ومن ان تلقوا عدوكم فتضربوا اعناقهم ويضربوا اعناقكم قالوا بلى يا رسول الله قال ذكر الله والدلائل القرآنية والايمانية بصرا وخبرا ونظرا على ذلك كثيرة واقل ذلك ان يلازم العبد الاذكار المأثورة عن معلم الخير وامام المتقين صلى الله عليه وسلم الاذكار المؤقتة في اول النهار وآخره وعند اخذ المضجع وعند الاستيقاظ من المنام وادبار

الصّلوات والاذکار المقیدة مثل مایقال عند الاکل والشرب واللباس والجماع و
دخول المنزل والمسجد والخلاء والخروج من ذلک وعند المطر والرعد الی غیر ذلک
وقد صنفت لہ الکتب المسماة بعمل یوم ولیلة ثم ملازمة الذکر مطلقا وافضلہ لا
الٰہ الّا اللہ وقد تعرض احوال یکون بقیة الذکر مثل سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر
ولاحول ولا قوة الّا باللہ افضل منہ ثم یعلم ان کل ما تکلّم بہ اللّسان وتصورہ القلب
مما یقرب الی اللہ من تعلم علم وتعلیمہ وامر بمعروف ونہی عن منکر فھو من ذکر اللہ و
لھذا من اشتغل بطلب العلم النافع بعد اداء الفرائض او جلس مجلسا یتفقہ او یفقہ
فیہ الفقہ الذی سماہ اللہ ورسولہ فقہا فھذا ایضًا من افضل ذکر اللہ وعلی ذلک
اذا تدبرت لم تجد بین الاوّلین فی کلما تھم فی افضل الاعمال کبیر اختلاف وما اشتبہ
امرہ علی العبد فعلیہ بالاستخارة المشروعة فما ندم من استخار اللہ تعالیٰ ولیکثر
من ذلک ومن الدعاء فانہ مفتاح کل خیر ولا یعجل فیقول قد دعوت فلم یستجب لی ولیتحر
الاوقات الفاضلة کآخر اللیل وادبار الصلوات وعند الاذان ووقت نزول المطر ونحو ذلک
(واما ارجح المکاسب) فالتوکل علی اللہ والثقة بکفایتہ وحسن الظن بہ وذلک
انہ ینبغی للمھتم بامر الرزق ان یلجأ فیہ الی اللہ ویدعوہ کما قال سبحانہ فیما یأثر عنہ
نبیہ کلکم جائع الا من اطعمتہ فاستطعمونی اطعمکم یا عبادی کلکم عار الا من کسوتہ
فاستکسونی اکسکم وفیما رواہ الترمذی عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لیسأل احدکم ربہ حاجتہ کلھا حتی شسع نعلہ اذا انقطع فانہ ان لم ییسرہ لم
یتیسر وقد قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ وَاسْأَلُوا اللہَ مِنْ فَضْلِہٖ وقال سبحانہ فَاِذَا قُضِیَتِ
الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللہِ وھذا وان کان فی الجمعة
فمعناہ قائم فی جمیع الصلوات ولھذا واللہ اعلم امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم للذی یدخل
المسجد ان یقول اللّھم افتح لی ابواب رحمتک واذا خرج ان یقول اللّھم انی اسألک من

فضلك وقد قال الخليل صلى الله عليه وسلم فَابْتَغُوا عِنْدَ اللهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ
وهذا امر والامر يقتضى الايجاب فالاستعانة بالله واللجأ اليه فى امر الرزق وغيره اصل عظيم
ثم ينبغى له ان ياخذ المال بسخاوة نفس ليبارك له فيه ولا ياخذه باشراف وهلع
بل يكون المال عنده بمنزلة الخلاء الذى يحتاج اليه من غير ان يكون له فى القلب
مكانه والسعى فيه اذا سعى كاصلاح الخلاء وفى الحديث المرفوع رواه الترمذى وغيره
من اصبح والدنيا اكبر همه شتت الله عليه شمله وفرق عليه ضيعته ولم يأته من الدنيا
الا ما كتب له ومن اصبح والاخرة اكبر همه جمع الله عليه شمله وجعل غناه فى قلبه واتته
الدنيا وهى راغمة وقال بعض السلف انت محتاج الى الدنيا وانت الى نصيبك من الاخرة
احوج فان بدأت بنصيبك من الاخرة مر على نصيبك من الدنيا فانتظم انتظاما
قال الله تعالى وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ
وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ إِنَّ اللهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۔

فاما تعيين مكسب على مكسب من صناعة او تجارة او بناية او حراثة او غير ذلك
فهذا مختلف باختلاف الناس ولا اعلم فى ذلك شيئا عاما لكن اذا عن للانسان جهة فليستخر
الله تعالى فيها الاستخارة المتلقاة عن معلم الخير صلى الله عليه وسلم فان فيها من البركة ما لا
يحاط به ثم ما تيسر له فلا يتكلف غيره الا ان يكون منه كراهة شرعية ۔

واما ما تعتمد عليه من الكتب فى العلوم فهذا باب واسع وهو ايضا يختلف
باختلاف نشأ الانسان فى البلاد فقد يتيسر له فى بعض البلاد من العلم او من طريقه
ومذهبه فيه ما لا يتيسر له فى بلد اخر لكن جماع الخير ان يستعين بالله سبحانه فى
تلقى العلم الموروث عن النبى صلى الله عليه وسلم فانه هو الذى يستحق ان يسمى علما وما سواه
اما ان يكون علما فلا يكون نافعا واما ان لا يكون علما وان سمى به ولان كان علما نافعا فلا
بد ان يكون فى ميراث محمد صلى الله عليه وسلم ما يغنى عنه ما هو مثله وخير منه ولتكن

حتى فهم مقاصد الرسول فى امره ونهيه وسائر كلامه فاذا اطمان قلبه ان هذا هو مراد الرسول فلا يعدل عنه فيما بينه وبين الله تعالى ولا مع الناس اذا امكنه ذلك -

وليجتهد ان يعتصم فى كل باب من ابواب العلم باصل ماثور عن النبى صلى الله عليه وسلم واذا اشتبه عليه مما قد اختلف فيه الناس فليدع بما رواه مسلم فى صحيحه عن عائشة رضى الله عنها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول اذا قام يصلى من الليل اللهم رب جبريل وميكائيل واسرافيل فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة انت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه يختلفون اهدنى لما اختلف فيه من الحق باذنك انك تهدى من تشاء الى صراط مستقيم فان الله تعالى قد قال فيما رواه عنه رسوله يا عبادى كلكم ضال الا من هديته فاستهدونى اهدكم -

واما وصف الكتب والمصنفين فقد سمع منا فى اثناء المذاكرة ما يسره الله سبحانه وما فى الكتب المصنفة المبوبة كتاب انفع من صحيح محمد بن اسماعيل البخارى لكن هو وحده لا يقوم باصول العلم ولا يقوم بتمام المقصود للمتبحر فى ابواب العلم اذ لا بد من معرفة احاديث اخر وكلام اهل الفقه واهل العلم فى الامور التى يختص بعلمها بعض العلماء وقد اوعبت الامة فى كل فن من فنون العلم ايعابا من نور الله قلبه هداه بما يبلغه من ذلك ومن اعماه لم تزده كثرة الكتب الا حيرة وضلالا كما قال النبى صلى الله عليه وسلم لابن لبيد الانصارى اوليست التوراة والانجيل عند اليهود والنصارى فماذا تغنى عنهم فنسأل الله العظيم ان يرزقنا الهدى والسداد ويلهمنا رشدنا ويقينا شرانفسنا وان لا يزيغ قلوبنا بعد اذ هدانا ويهب لنا من لدنه رحمة انه هو الوهاب والحمد لله رب العالمين وصلواته على اشرف المرسلين -

کلمۃ الحق کی ایک نادر مثال

یعنی

سید المجددین و امام المصلحین حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ کی استقامت علی الحق اور تحمل مصائب و محن

ماخوذ از تذکرہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد

جبکہ تمام اصحاب کار و طریق کا یہ حال ہو رہا تھا۔ اور دین الخالص کا انفاذ و قیام ایک عظیم الشان قربانی کا طلبگار تھا، تو غور کرو کہ صرف امام موصوف ہی تھے جنکو فاتح و سلطان عہد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے نہ تو دعاۃ فتن و بدعت کے آگے سر جھکایا، نہ روپوشی و خاموشی و کنارہ کشی اختیار کی، اور نہ صرف بند حجروں کے اندر کی دعاؤں اور مناجاتوں پر قناعت کر لی، بلکہ دین خالص کی قیام کی راہ میں اپنے نفس و وجود کو قربان کر دینے اور تمام خلف امت کے لئے ثبات و استقامت علی السنّت کی راہ کھول دینے کے لئے بحکم "فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ" اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کو قید کیا گیا، قید خانے میں چلے گئے، چار چار بوجھل بیڑیاں پاؤں میں ڈالی گئیں، پہن لیں۔ اسی حالت میں بغداد سے طرطوس لے چلے اور حکم دیا گیا کہ بلا کسی کی مدد کے خود ہی اونٹ پر سوار ہوں اور خود ہی اونٹ سے اتریں، اسکو بھی قبول کر لیا۔ بوجھل بیڑیوں کی وجہ سے ہل نہیں سکتے تھے، اٹھتے تھے اور گر پڑتے تھے۔ عین ماہ رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ میں جسکی طاعت اللہ کو تمام دنوں کی طاعات سے زیادہ محبوب ہے، بھوکے پیاسے جلتی دھوپ میں بٹھا دئے گئے، اور اس پیٹھ پر جو

علوم و معارف نبوۃ کی حامل تھی، لگاتار کوڑے اس طرح مارے گئے کہ ہر جلاد دو ضربیں پوری قوت سے لگاکر پیچھے ہٹ جاتا، اور پھر نیا تازہ دم جلاد اسکی جگہ لیتا۔ اسکو بھی خوشی خوشی برداشت کرلیا مگر اللہ کے عشق سے منہ نہ موڑا اور راہ سنت سے منحرف نہ ہوئے۔ تازیانے کی ہر ضرب پر بھی جو صدا زبان سے نکلتی تھی، وہ نہ تو جزع وفزع کی تھی اور نہ شور و فغاں کی، بلکہ وہی تھی جس کے لئے یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ یعنی "القرآن کلام اللہ غیر مخلوق"! اللہ اللہ! یہ کیسی مقام دعوت کبرٰی کی خسروی و سلطانی تھی، اور وراثت دنیا بت نبوت کی ہیبت و سطوت کہ خود المعتصم باللہ جسکی ہیبت و رعب سے قیصر روم ترساں و لرزاں رہتا تھا، سر پر کھڑا تھا، جلادوں کا مجمع چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھا، اور وہ بار بار کہہ رہا تھا۔

"یا احمد! واللہ انی علیک لشفیق وانی لاشفق علیک کشفقتی علی ھارون ابنی، وواللہ لئن اجبتنی لاطلقن عنک بیدی، ما تقول؟"	یعنی واللہ میں تم پر اس سے بھی زیادہ شفقت رکھتا ہوں۔ جس قدر کہ میں اپنے بیٹے ہارون پر شفیق ہوں۔ اگر تم خلق قرآن کا اقرار کرلو۔ تو خدا کی قسم ابھی اپنے ہاتھوں سے تمہاری بیڑیاں کھول دوں۔

لیکن اس پیکر حق، اس مجسمہ سنت، اس مؤید بالروح القدس، اس صابر اعظم کما صبر اولوا لعزم من الرسل کی زبان صدق سے صرف یہی جواب نکلتا تھا۔

اعطونی شیئاً من کتاب اللہ او سنۃ رسولہ حتی اقول بہ۔	اللہ کی کتاب میں سے کچھ دکھلا دو۔ یا اسکے رسول کا کوئی قول پیش کردو۔ تو میں اقرار کرلوں

اس کے سوا میں اور کچھ نہیں جانتا۔

اگر اس چراغ تجدید اور مصباح عزیمت دعوۃ کی روشنی مشکوٰۃ نبوت سے مستنیر نہ تھی، تو پھر یہ کیا تھا کہ جب معتصم ہر طرح عاجز آگیا، قاضی ابن داؤد وغیرہ علمائے بدعت

واعتزال سے کہتا "ناظروہ وکلموہ" اور وہ کتاب وسنّت کے میدان میں عاجز آکر اوہام وظنونِ باطلہ کو باسمِ عقل ورائے پیش کرتے کہ سرتاسر یونانیات ملعونہ سے ماخوذ تھے، تو وہ اس کے جواب میں بے ساختہ بول اٹھتے "ما ادری ما ھذا؟" میں نہیں جانتا کہ یہ کیا بلا ہے؟ اعطونی شیئًا من کتاب اللہ او من سنۃ رسولہ حتی اقول بہ" اس تمام کائنات ہستی میں میرے سر کو جھکانے والی صرف دو ہی چیزیں ہیں اللہ کی کتاب اور اسکے رسول کی سنت۔ اسکے سوا نہ میرے لئے کوئی دلیل ہے نہ علم۔ امام موصوف کو جب قید کر کے طرطوس روانہ کیا گیا تو ابو بکر الاحول نے پوچھا۔ "ان عرضت علیک السیف تجیب"؟ اگر تلوار کے نیچے کھڑے کر دئے گئے تو کیا اس وقت مان لو گے؟ کہا نہیں۔

ابراہیم بن مصعب کوتوال کہتا ہے۔ کہ میں نے کسی انسان کو بادشاہوں کے آگے احمد بن حنبل سے بڑھکر بے رعب نہ پایا۔ "یومئذ ما نحن فی عینیہ الا کامثال الذباب" ہم عمال حکومت انکی نظروں میں مکھیوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے! اور یہ بالکل حق ہے جن لوگوں کی نظروں میں جلال الٰہی سمایا ہو وہ مٹی کی ان پتلیوں کو جنہوں نے لوہا تیز کر کے کاندھے پر ڈال رکھا ہے یا بہت سا چاندی سونا اپنے جسم پر لیپ لیا ہے۔ کیا چیز سمجھتے ہیں؟ ان کو تو خود اقلیم عشق الٰہی کی سروری وشاہی اور شہرستانِ صدق وصفا کا تاج وتخت حاصل ہے ؂

نوٹ:۔ ناظرین کرام کو واضح ہو کہ یہ ان ایام کا واقعہ ہے جب خلیفہ معتصم باللہ کے عہد میں گروہ معتزلہ نے اقتدار حاصل کیا اور قرآن مجید کے مخلوق ہونے کا دعویٰ کیا اور علما سے بزور اقرار کرانا چاہا۔ اکثر علماء نے اقرار کر کے جان بچائی، بعض لوگ حجرہ نشین ہو گئے۔ لیکن اس زمانے میں فتح باب ہدایت کا منصب حضرت امام احمدؒ کو ہی حاصل ہوا۔

تفسیر سورۂ اخلاص

مصنفہ امام ابن تیمیہ رحمہ

مترجمہ مولانا غلام ربانی صاحب سابق نائب مدیر اخبار زمیندار لاہور

اس تفسیر میں خالص اسلامی توحید جلوہ گر ہے۔ عیسائیوں، اور آج کل کے مادہ پرست آریوں، مشرکین ہند وتاتار اور دیگر باطل مذاہب کی پوری پوری تردید ہے۔ سورۂ اخلاص کی چند آیتوں کی تفسیر میں قرآن وسنت کے سینکڑوں نئے نئے نکات اور معارف کا انکشاف ہے گویا علمی مضامین کا بحرِ ذخار ہے جس کے متلاطم خیز امواج کے سامنے فرقہ ہائے ضالہ مثلاً قدریہ، جہمیہ، معطلہ، رافضیہ وغیرہ وغیرہ خس وخاشاک کی طرح بہتے نظر آتے ہیں۔ بایں غرض کہ آپ کے سامنے اس کتاب کے مضامین کا مختصر سا خاکہ آجائے، اس کے چند نہایت ضروری مضامین کی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے:

لفظ "صمد" کی تفسیر۔ لفظ "سید" کی تفسیر۔ لفظ "احد" کا استعمال۔ "احد" کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ پر ہو سکتا ہے، ولادت کی معنی۔ اثباتِ صانع کے دلائل۔ کیفیتِ معاد ومعانی اعادہ پر بحث۔ نفخ جبریلؑ ولادت مسیحؑ۔ تولد کے دو اصل۔ اللہ تعالیٰ والد وولد سے منزہ ہے۔ صفۃ اللہ سے مراد ابن اللہ نہیں۔ عیسائیوں اور مشرکوں میں اتحادِ عقیدہ۔ امر اللہ کی تشریح۔ روح القدس کی تفسیرات۔ عقیدۂ قدمِ عالم کی تردید کفارِ عرب ومشرکینِ یونان وہند وتاتار کا مقابلہ۔ سلف صالحین وجدید علم کلام۔ اسلام میں کوئی بات عقل وحس کے مخالف نہیں۔ کشفِ ساق کی تفسیر۔ اختلاف رحمت ونزاع مذموم۔ "جوہر فرد" اور سلفِ اسلام حدوثِ اجسام اور تصوراتِ نفس۔ حقیقتِ روح کے متعلق اختلافات۔ تحیزِ ملائکہ وارواح کے متعلق سلفیت کی رائے۔ رازیؒ کا رجوع۔ محض حفظِ قرآن اور علم معانی قرآن۔ لفظ "تاویل" کے معانی۔ تشابہ کی دو قسمیں۔ سارے قرآن کا علم وتدبر ممکن ہے۔ "تدبر متشابہات" و "ابتغاء فتنہ" میں فرق۔ اسلام میں تاویلِ صحیح کا مقام۔ تاویلاتِ باطلہ کے خلاف امام احمد بن حنبلؒ کا جہاد۔ حروفِ مقطعات پر بحث۔ لفظ اُمّی کی تشریح۔ کتاب وسنت خلافِ عقل نہیں۔ سورۂ اخلاص کا سببِ نزول۔ قبروں میں نماز پڑھنے کی ممانعت کیوں ہوئی؟ مساجدِ ثلاثہ اور مسجد قبا۔ اکل وشرب اور اتباعِ رسولؐ۔ آلاتِ حرب اور اتباعِ سلف۔ رافضہ کی افراط وتفریط۔ سلطان صلاح الدینؒ ونور الدینؒ

غرض اس کتاب کے محاسن دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اہلِ علم کے لئے ایک بے نظیر علمی خزانہ ہے اور مناظرہ کرنیوالوں کے لئے فرقہ ہائے ضالہ کے خلاف ایک برہنہ تلوار ہے۔

کاغذ سفید۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ سرورق رنگین۔ حجم ۳۱۶ صفحات۔ تقطیع ۲۲×۲۰/۸ قیمت عہ/

المشتہر

محمد شریف عبد الغنی تاجران کتب وما لکان دار الترجمہ والاشاعت کتب حدیث تفسیر وتصانیف امام ابن تیمیہ وغیرہ بازار کشمیری لاہور

اثبات التوحید

مصنفہ حکیم محمد حسین صاحب امین آبادی

یہ کتاب قاضی فضل احمد صاحب پنشنر کورٹ انسپکٹر پولیس لدھیانوی کی کتاب **انوارِ آفتابِ صداقت** کے جواب میں لکھی گئی ہے، جس میں قاضی صاحب موصوف نے فرقہ اہلِ حدیث اور جماعت حنفیہ دیوبندیہ کے عقاید شمار کر کے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ، مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور متعدد علماءِ دیوبند اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا ہے۔ **اثبات التوحید** میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور مولانا شہیدؒ کے مختصر حالاتِ زندگی لکھ کر بعد میں قریباً بتیس مختلف مسائل پر بحث کر کے قرآن و حدیث کے نصوصِ قطعیہ کی رو سے انسپکٹر صاحب کے اعتراضات کو توڑ دیا گیا ہے، اور آخر اہلِ سنت کا جو عقیدہ ہونا چاہیئے اُسے بالوضاحت درج کر دیا گیا ہے۔ چونکہ توحید کی صحیح تعلیم کے بغیر ایمان کی تکمیل ممکن نہیں اور اسلام کے ارکان کی حقیقت پر دھبہ لگتا ہے، اس لئے ضرورتی ہے کہ ہر شخص اپنے ایمان اور اسلام کو درست بنانے کیلئے تعصب کو دُور کر کے اس کتاب کا مطالعہ کرے تاکہ مخالفین سنت کی تاویلاتِ باطلہ سے آگاہ ہو کر سنتِ خیر الانام کا عامل بن سکے۔ مضامین کی فہرست درج ذیل ہے تاکہ کتاب کی ہیئت آپ کے سامنے آجائے اور اسکی خوبیوں کا آپ کو پتہ چل سکے۔ وھو ہذا:

سائز ۲۶×۲۰/۸ کاغذ دبیز۔ حجم ۱۸۰ صفحات۔ قیمت صرف ایک روپیہ ۔ ۔ ۔ ۔ عہ/

محمد شریف عبد الغنی تاجران کتب بازار کشمیری لاہور سے طلب کریں